مسئلہ تکفیر

اہل سنت اور گمراہ فرقوں کے مابین ایک جائزہ

اردو ترجمہ بقلم

ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

مسئلۂ تکفیر

اہل سنت اور گمراہ فرقوں کے مابین ایک جائزہ

تصنیف

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سعید بن علی بن وہف قحطانی حفظہ اللہ

اردو ترجمہ

ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

ناشر

صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

نام کتاب : مسئلہ تکفیر- اہل سنت اور گمراہ فرقوں کے مابین ایک جائزہ!

تالیف : ڈاکٹر سعید بن علی بن وہف قحطانی حفظہ اللہ

ترجمہ : ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

سنہ اشاعت : ۲۰۱۲ء

تعداد : دو ہزار

ایڈیشن : اول

صفحات : 217

طباعت : آفرین آرٹس (9819189965)

ناشر : صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی۔

ملنے کے پتے:

① دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی: ۱۴-۱۵، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-۷۰۔ ٹیلیفون: 022-26520077

② مکتبہ دار التراث الاسلامی: لیک پلازا، نزد مسجد دار السلام، کوسہ، ممبرا، ضلع تھانہ-۶۱۲۔

③ مسجد دار التوحید: چودھری کمپاؤنڈ، واونجہ پالا روڈ، واونجہ، تعلقہ پنویل، ضلع رائے گڈھ-۴۱۰۲۰۸۔ فون: 9773026335

④ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینہ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتنا گیری-415709 فون نمبر: 02356-264455

⑤ شعبۂ دعوت وتبلیغ، جماعت المسلمین مہسلہ، ضلع: رائے گڈھ-402105

⑥ جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی: 225071/ 226526

فہرست موضوعات

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الأمين، وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين أمابعد!

اللہ رب العالمین نے امت مسلمہ کو امت وسط بنایا اور قائما بالقسط کی صفت عطا کر کے امت عدل قرار دیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِّتَكُونُواْ شُهَدَاء عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً﴾[البقرة:١٤٣]۔

اور اسی طرح ہم نے تمہیں وسط اور معتدل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ لِلّهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ﴾[المائدة:٨]۔

اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ۔

یہ امت قرن اول اور عہد صحابہ میں وسطیت اور شاہراہ عدل پر قائم رہی، مسائل میں اختلاف کے باوجود ہر کسی کے اندر دوسروں کا احترام اور ان کی خیر خواہی پوری طرح موجود تھی، صحابہ نے

اختلاف رائے کے باوجود نہ کسی کی تکفیر کی اور نہ ہی کسی کو امت سے خارج کیا۔ مگر یہ مسلمانوں کی بدقسمتی کہئے کہ بعد کے ادوار میں امت مسلمہ مختلف گروہوں میں منقسم ہوگئی۔ مسلمانوں کے منہجی اتحاد میں سب سے پہلے اس وقت دراڑ پڑی جب فتنہ خوارج رونما ہوا اور خوارج کا گروہ وجود میں آیا' جس نے سلف اور صحابہ تک کی تکفیر کرڈالی۔ اس فرقہ ضالہ سے امتیاز اور عام مسلمانوں کو ان کے فکری انحراف سے بچانے کے لئے صحیح العقیدۃ اور سالم المنہج اسلاف عظام نے اپنے آپ کو اہل سنت کے لقب سے سرفراز کیا' اور ابھی کچھ ہی وقت گذرا تھا کہ اہل سنت میں بھی بہت سے لوگ مختلف اسباب ووجوہ کی بنا پر فکری کجی کا شکار ہوگئے اور کتاب وسنت کے بالمقابل عقلی دلائل اور قیاسی موشگافیوں کو ترجیح دینے لگے' اور انسانی عقلوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے ایسے لوگ بہت بڑے اختلاف رائے اور انتشار کے شکار ہوگئے۔ اور امت میں تقسیم در تقسیم ہوتی چلی گئی اور بہت سارے چھوٹے بڑے مذاہب وفرق وجود میں آنے لگے۔ اسلام کی بے شمار شکلیں اور تعبیریں منظر عام پر آگئیں' لیکن نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی "**لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق**" (میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا) کے مطابق ایک جماعت حقہ ہر دور میں موجود رہی اور منہج صحابہ سے دور ہوجانے والوں سے امتیاز کے لئے اپنا نام اہل حدیث یا اہل اثر رکھا۔ یہ جماعت کتاب وسنت پر عامل' افراط وتفریط سے دور اور پوری امت کے لئے خیر خواہ رہی ہے۔ آج بھی اسی جماعت کے پاس وہ زریں اصول ہیں جن کی بنیادوں پر امت مسلمہ میں حقیقی اور ٹھوس اتحاد ممکن ہے۔ یہ جماعت کسی کی بے جا تکفیر وتضلیل سے بہت ہی دور ہے۔

زیر نظر کتاب ایک مشہور عالم دین شیخ ڈاکٹر سعید بن علی القحطانی حفظہ اللہ کی اس موضوع پر بہترین شاہکار "**قضية التكفير بين أهل السنة وفرق الضلال في ضوء الكتاب والسنة**" کا بہت ہی عمدہ اور خوبصورت ترجمہ ہے جسے فاضل گرامی برادرم عنایت اللہ مدنی /حفظہ اللہ نے اردو کا

جامہ عطا کیا ہے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی مسلک اہل حدیث کی ترجمان، عقیدۂ سلف کی پاسدار اور منہج اہل سنت کی حامی جماعت ہے، اس لئے یہ جمعیت ہمیشہ علمی، معتدل اور امت کے لئے مفید کاوشوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور ان کی پذیرائی کرتی ہے۔ اسی لئے جیسے ہی یہ کتاب سامنے آئی امیر جماعت مولانا عبدالسلام صاحب سلفی کی دوررس نگاہوں نے اس کی افادیت کو پہچان لیا اور صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی طرف سے طباعت کا فیصلہ کرلیا۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اس عمدہ اور وقیع کتاب کی طباعت سے مشرف ہوتے ہوئے اللہ رب العالمین سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو امت اور انسانیت کے لئے مفید بنائے اور مولف، مترجم اور ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

حمید اللہ سلفی

ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

۲۹/نومبر ۲۰۱۲ء

پیش لفظ

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

تکفیر اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے، اس دور میں تکفیری فتنہ جتنا پروان چڑھا ہے کبھی اسے اتنا فروغ حاصل نہیں ہوا۔ حالت یہ ہے کہ خوارج کی تکفیر کے سوا رافضی تکفیر اس وقت سب سے زیادہ زوروں پر ہے، پھر اہل سنت میں ہر ایک دوسرے کی تکفیر پر لگا ہوا ہے، جہری وعلانیہ تکفیر میں خارجی' شیعہ اور قبوری بہت مشہور ہیں۔ ان کے سوا دیگر جماعتیں بھی محفلوں میں ایک دوسرے کی تکفیر کرتی رہتی ہیں اور اس سری تکفیر میں ہمارے تبلیغی بھائی سب سے آگے ہیں اور ان کی نظر عنایت خاص کر اہل حدیثوں پر ہوتی ہے، ہمارے یہ مخلص بھائی سری تکفیر میں جہاد اکبر کر رہے ہیں۔ ہمارے بعض تیز اہل حدیث بھی کبھی کبھی تکفیر کا دھندا کرنے لگتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس فتنے سے سب کو محفوظ رکھے، آمین۔

تکفیر ایک نہایت خطرناک عمل ہے یہ ہر کہ ومہ کا کام نہیں کہ کفر کا حکم لگائے' ممبروں اور اسٹیجوں سے اس کا اعلان کرتا پھرے۔ اگر اسلام کے مخالف کام نظر آئے تو یہ ہر کسی کا کام نہیں ہے کہ اس پر کفر کا حکم لگاتا پھرے۔ اگر واقعی کہیں نقیض اسلام عقیدہ پایا جاتا ہے' اسے مسلمانوں کے لئے فتنہ بن جانے کا اندیشہ ہے تو ملت کے سچے بابصیرت علماء کا کام ہے کہ

اس فتنہ کا سد باب کریں اور اسلامی اصول وضوابط کے مطابق اس سے نمٹیں، اصلاح وسدھار کے جب سارے راستے بند ہو جائیں تو آخری چارۂ کار کے طور پر کسی عقیدہ وعمل پر کفر کا فتویٰ لگائیں اور افراد واشخاص پر کفر کا حکم لگانے سے بھی گریز کریں، جب افراد واشخاص پر حکم لگائے بغیر چارہ نہ ہو اس وقت یہ آخری اقدام ہو۔

اس کے برعکس ہر ایرا غیرا جاہل سڑک چھاپ اور ''میڈیائی مُلاّ'' کفر ساز بن جاتا ہے، تکفیر یا کفر سازی دنیا کا گھناؤنا کام ہے اور بہت بڑا جرم ہے، لیکن یہی مجرمانہ کام بڑے دھوم سے ہوتا ہے اور بڑی شان سے دُور افتاء مساجد کے ممبروں اور تحریروں تقریروں کے ذریعہ اس کی اشاعت ہوتی ہے۔ بلاوجہ کسی کی تکفیر کرنا اسے زندہ ذبح کر دینے کے مترادف ہے۔ یہ فتنہ زمانے سے چلتا آیا ہے اور پھل پھول رہا ہے، اس فتنے پر اس وقت قدغن لگانے کی سخت ضرورت ہے۔

سیاسی کشمکش، حکومت الٰہیہ کے قیام کے متعلق مزعومہ خیالات اور فکری انتہاء پسندی، مسلم وغیر مسلم حکمرانوں کی زیادتی اور ظلم وستم نے پوری دنیا میں تکفیری عمل کو بڑھاوا دیا ہے، اور خاص کر سیاست زدہ نوجوانوں کی فتویٰ بازی ملت کے لئے ایک بہت بڑا المیہ ہے۔

حزبیاتی تعصب اور اس کی ستم رانیاں کم نہ تھیں موجودہ وقت میں ان کی شدت میں اضافہ ہوا ہے اور انہوں نے بھی کفر سازی میں بڑا سرگرم کردار ادا کیا ہے، مسلکی تعصّبات سے بھری کتابیں مسلکی دیوانے خوب پڑھتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے مسائل کے لئے پہلوانی کرتے پھرتے ہیں اور مسلم امت کو مشق ستم بنا رکھا ہے۔

جہالت، تنگ نظری اور علم کی قلت نے بھی بڑا غضب ڈھایا ہے، انہوں نے معاصر

خارجیت کو خوب پروان چڑھایا ہے۔ جہالت اور قلت علم خاص کر سطحی تعلیم حاصل کرنے والے ''میڈیائی مُلاؤں'' کا خطرناک روگ ہے، اس قلت علم اور جہالت نے اس قدر انتشار پھیلایا ہے کہ جیسے امت کے اندر سے اجتماعیت کا شعور مٹا جارہا ہے، اس میڈیائی گروہ نے ایسا ماحول بنایا ہے کہ امت کے پرخچے اڑتے جارہے ہیں، اور علماء کے متعلق ان بہروپیوں کا ایسا خیال بنتا جارہا ہے جیسے دین کے ٹھیکیدار یہی خارجی ذہن کے لوگ ہیں، اور اب مدارس بند کردینا چاہئے اور علماء کی چھٹی کردینی چاہئے۔ معاصر خارجیت کو میڈیائی علم نے اس قدر پروان چڑھایا ہے کہ خطرہ ہے یہ میڈیائی دینی ٹھیکیدار آگے چل کر خارجیت کا مکمل کردار نہ ادا کرنے لگیں۔

تکفیر کی سب سے بڑی طاقت خارجیت ہے اور خارجیت کے جراثیم علمی سطحیت کی بنا پر بڑھتے جارہے ہیں، پبلک بھی ان پھکڑوں کو بڑھاوا دے کر خارجیت کے پروان چڑھنے میں مددگار بن رہی ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہمارے ہاں سماج میں پنپتے روگ اور بڑھتے مرض کا علاج نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ شروع میں اسے بڑی اہمیت کے ساتھ بڑھایا جاتا ہے اور جب اس کے مہلک اثرات ظاہر ہونے لگتے ہیں تب لوگوں کو ہوش آتا ہے اور اس وقت کافی دیر ہوچکی ہوتی ہے۔

اس وقت بہت واضح طور پر ہر ہر جگہ یہ مصیبت پھیلتی نظر آرہی ہے کہ ''میڈیائی ملاؤں'' کی فتویٰ بازی ہو رہی ہے، دین وعلم کا مذاق ہونے لگا ہے، ملت کی اجتماعیت کے پرخچے اڑ رہے ہیں، علماء کا مذاق اُڑ رہا ہے ''میڈیائی ملا'' سے ہماری مراد وہ نستعلیق مسٹر لوگ ہیں جن کو دینی علوم کی خبر نہیں، چند اردو اور انگریزی کتابیں اُن کا کل سرمایۂ علم ہیں، مگر ڈھیٹ

اتنے ہوتے ہیں کہ "علامۂ عصر" سے کم خود کو سمجھتے نہیں، یہ علمی سطحیت اگر بڑھتی گئی تو خارجیت بڑھتی جائے گی اور پھر معاملہ تکفیر تک پہنچے گا۔

زیر نظر کتاب تکفیر کی حقیقت اسباب اور سد باب پر نہایت جامع کتاب ہے، بڑے سلیقے اور تندہی سے اس کو اردو جامہ پہنایا گیا ہے اس موضوع پر اردو میں اس سے بہتر کتاب موجود نہیں ہے۔ اللہ تعالی اس کتاب کو لوگوں کے لئے مفید بنائے اور مترجم اور مصنف کو بہترین اجر عطا کرے، اور اسے شرف قبول بخشے، آمین۔

عبدالمعید مدنی

۲۲/۱۱/۲۰۱۲ء دہلی۔

عرض مترجم

نبی رحمت ﷺ نے معجزاتی طور پر گزشتہ امتوں کی طرح اپنی امت کے بھی تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجانے کی پیشین گوئی فرمائی تھی اور خبر دی تھی کہ ان میں سے صرف ایک جماعت نجات یافتہ اور مستحق جنت ہوگی، ارشاد ہے:

"افترقت اليهود على إحدى وسبعين فرقةً، فواحدة في الجنة وسبعون في النار، وافترقت النصارى على اثنتين وسبعين فرقةً، فإحدى وسبعون فرقةً في النار وواحدة في الجنة، والذي نفس محمدٍ بيده لَتَفْتَرِقَنَّ أمتي على ثلاث وسبعين فرقةً، واحدة في الجنة واثنتان وسبعون في النار" قيل: يا رسول الله، من هم؟ قال: "الجماعة" [1]۔

---

[1] سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب افتراق الامم ۲/۳۲۱، رقم ۳۹۹۲، وسنن ابوداود، کتاب السنۃ، باب شرح السنۃ، ۴/۱۹۷/۴۵۹۶، وکتاب السنۃ لابن ابی عاصم ۱/۳۲/۶۳، اسے امام البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ (۲/۳۶۴) میں صحیح قرار دیا ہے۔

نوٹ: افتراق امت سے متعلق ایک دوسری روایت میں مذکورہ صحیح روایت کے بالکل برعکس معنی وارد ہے، وہ روایت موضوع ہے، جسے دشمنان اسلام نے امت میں فرقہ واریت کو باقی رکھنے اور اسے امر مستحسن قرار دینے کے لئے وضع کیا ہے، اس کے الفاظ یوں ہیں:

"تفترق أمتي على بضع و سبعين فرقة كلها في الجنة إلا فرقة واحدة، وهي الزنادقة".

یعنی میری امت ستر سے زیادہ فرقوں میں تقسیم ہوگی، وہ سب کے سب جنت میں جائیں گے سوائے ایک فرقہ کے اور وہ زنادقہ ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے، اسے امام ابن الجوزی نے الموضوعات (۱/۲۶۷) میں، امام عقیلی نے الضعفاء (۴/۲۰۱) ==

یہودا کہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے ایک جنتی ہے اور ستر جہنمی، اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے صرف ایک جنتی ہے اور اکہتر جہنمی، اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے 'یقیناً میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، اور بہتر فرقے جہنمی ہوں گے، دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ جنتی فرقہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جماعت''۔

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ ''صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

'' ما أنا عليه و أصحابي '' [1]۔

جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں [2]۔

== میں، امام سیوطی نے اللآلی المصنوعۃ (۱/۱۲۸) میں، امام ابن عراق کنانی نے تنزیہ الشریعۃ (۱/۳۱۰) میں اور امام شوکانی نے الفوائد المجموعۃ (۵۰۲) میں نقل کیا ہے' اور موضوع قرار دیا ہے۔ امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اس لفظ سے یہ روایت موضوع ہے'' دیکھئے: السلسلۃ الضعیفۃ للالبانی ۳/۱۲۴/۱۰۳۵۔ (مترجم ع س م)

① جامع ترمذی، ۵/۲۶ حدیث (۲۶۴۱) دیکھئے: السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی برقم (۱۳۴۸)۔

② نبی کریم ﷺ کے ارشاد کردہ انہی ناموں کی بنا پر اس جماعت کو ''اہل سنت وجماعت'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، یعنی کتاب وسنت اور جماعت سلف صحابہ وتابعین وائمہ محدثین کے منہج پر قائم جماعت، واضح رہے کہ اس سے دنیا کی وہ جماعتیں مراد نہیں ہوسکتیں جو ایمان وعقائد نیز اعمال کے بے شمار مسائل میں کتاب وسنت اور منہج سلف کی صریح مخالفتوں کے باوجود بزعم خویش اپنے آپ کو ''اہل سنت وجماعت'' کہتی ہیں، بلکہ اس سے امت کے وہ افراد مراد ہیں جو دعویٰ وعمل دونوں اعتبار سے اپنے تمام مسائل میں واقعی سنت رسول ﷺ اور جماعت صحابہ کے اسوہ ومنہج پر قائم ہیں خواہ کہیں بھی ہوں اور کسی بھی نام سے جانے جاتے ہوں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عمرو بن میمون اودی رحمہ اللہ سے فرمایا تھا:

''الجماعة ما وافق الحق – وفي رواية: طاعة الله – وإن كنت وحدك''۔ ==

نیز آپ ﷺ نے اس جماعت کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خذلهم، حتى يأتي أمر الله وهم كذلك“ ①۔

میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے انہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ ویسے ہی غالب رہیں گے۔

یہ جماعت امت کے تمام فرقوں اور جماعتوں کے درمیان عقائد' عبادات اور اعمال کے جملہ مسائل میں وسط اور معتدل ہے نیز افراط وتفریط اور غلو پسندی وجفا کاری سے دور اپنے تمام تر مسائل میں بلا تعصب وہٹ دھرمی کتاب وسنت کے مستحکم دلائل اور فہم سلف صحابہ وتابعین اور ائمہ سنت کو مرجع سمجھتی ہے اور اس طرح دیگر جماعتوں سے ممتاز قرار پاتی ہے۔

تکفیر (کسی کو کافر قرار دینے) کا موضوع اہل سنت وجماعت اور گمراہ فرقوں کے مابین

== [شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ' از: لالکائی، ۱/ ۱۰۹/ ۱۶۰، والباعث علی إنکار البدع والحوادث' ابوشامہ دمشقی، ص ۲۰]۔
جماعت وہ ہے جو حق کے موافق ہو- یا جو اللہ کی اطاعت کے موافق ہو- گرچہ تم تنہا کیوں نہ ہو۔
نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرقۂ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ کی حقیقی پہچان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
”إن أحق الناس أن تكون هي الفرقة الناجية أهل الحديث والسنة ؛ الذين ليس لهم متبوع يتعصبون له إلا رسول الله ﷺ وهم أعلم الناس بأحواله و أقواله، وأعظمهم تمييزاً بين صحيحها وسقيمها“ [مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۳/ ۳۴۷]۔
فرقۂ ناجیہ ہونے کا سب سے زیادہ حق اہل حدیث وسنت کو ہے؛ جن کا کوئی امام وپیشوا نہیں ہے جس کے لئے تعصب کرتے ہوں' سوائے رسول اللہ ﷺ کے، اور وہ آپ کے احوال وفرمودات کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور صحیح وضعیف کے درمیان سب سے زیادہ فرق وتمیز کرنے والے ہیں۔ (مترجم ع س م)

① صحیح مسلم، ۲/ ۱۵۲۳ حدیث (۱۹۲۰)۔

ایک اہم اور معرکۃ الآراء موضوع رہا ہے، اس کی وضاحت ہی دراصل زیر نظر کتاب کا موضوع ہے۔

یہ موضوع بایں طور نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ یہ ایک سنگین اور خطرناک موضوع ہے جس میں امت کی مختلف ٹولیاں جادۂ حق سے انحراف کا شکار ہوئیں، بعض فرقے افراط کا شکار ہوئے اور بعض تفریط کے، لیکن جملہ مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی حق اہل سنت و جماعت کے حصہ میں آیا، جیسا کہ کتاب کے صفحات پر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

موضوع اور کتاب کی اہمیت کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ تکفیر کا ظاہرہ موجودہ دور میں بڑی شدت سے عام ہو رہا ہے اور سماج کے عوام اور نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد لاعلمی کے سبب یا حماس و جذباتیت کے غلبہ کے باعث یا اسی طرح خوارج یا امت کے بعض فرقوں اور جماعتوں کے بے بنیاد نظریات کے بہکاوے میں آ کر کسی بھی مسلمان کو ہر چھوٹے بڑے گناہ کے سبب کافر قرار دینے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتی' اور اکثر و بیشتر اس قسم کے سوالات سننے کو ملتے ہیں کہ: فلاں امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ فلاں شخص کے جنازہ میں شرکت کریں یا نہ کریں؟ فلاں سے سلام کرنے کا کیا حکم ہے؟ فلاں نے دعوت دی ہے' شریک ہونے کا کیا حکم ہے؟ وغیرہ۔

حالانکہ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے:

"قال: قلت لجابر: أكنتم تقولون لأحد من أهل القبلة كافر؟ قال: لا، قلت: فمشرك؟ قال: معاذ الله و فزع"[1]۔

---

[1] التمہید لابن عبدالبر، ۱۷/۲۱۔

کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم لوگ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر کہتے تھے؟ فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: اور مشرک؟ فرمایا: اللہ کی پناہ! اور گھبرا گئے۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"التكفير حق لله فلا يكفر إلا من كفره الله و رسوله"[1]۔

کسی کو کافر قرار دینا اللہ کا حق ہے، لہٰذا کافر وہی ہو سکتا ہے جسے اللہ اور اس کے رسول کافر قرار دیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"اعلم أن الحكم على الرجل المسلم بخروجه من دين الإسلام ودخوله في الكفر لا ينبغي لمسلم يؤمن بالله واليوم الآخر أن يقدم عليه إلا ببرهان أوضح من شمس النهار"[2]۔

جان لیں کہ ایک مسلمان پر اسلام سے نکلنے اور کفر میں داخل ہونے کا حکم لگانا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں جس کا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہو، الا یہ کہ اس پر آفتاب سے زیادہ روشن برہان موجود ہو۔

اس کے باوجود ماضی قریب میں اور عصر حاضر میں بھی برصغیر اور اسی طرح بعض دوسرے ملکوں کی بعض جماعتیں خوارج کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علماء و حکام اور عوام کی تکفیری مہم کا محاذ سنبھالے ہوئی ہیں، اور افسوس کن بات یہ ہے کہ ان میں سے بعض جماعتیں "الثاچور کو

---

① الاستغاثۃ فی الرد علی البکری لابن تیمیہ، ص ۳۸۱۔

② السیل الجرار للشوکانی، ۴/ ۵۷۸

توال کوڈانٹے'' کے بمصداق اس جماعت حقہ ''اہل سنت وجماعت'' ہی کو بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ ''خارجیت جدیدہ'' کے نام سے موسوم کرتی ہیں اور طرح طرح کے الزامات واتہامات سے اس کے رخِ زیبا کو داغدار کرنے کی ناپاک کوششیں کرتی ہیں! ع

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ایسے نازک اور سنگین حالات میں ضروری ہے کہ کتاب وسنت اور سیرت سلف کے ٹھوس دلائل وبراہین کی روشنی میں تکفیر کے موضوع کی وضاحت کی جائے اور اس باب میں گمراہ فرقوں کے نظریات اور ان کے دلائل کے جائزہ کے ساتھ ساتھ اہل سنت وجماعت کا صحیح موقف آشکارا کیا جائے نیز تکفیر کے اصول وضوابط، شرائط، موانع، اس کی سنگینی اور تکفیری وغیر تکفیری اعمال وعقائد کو واضح اور سلیس انداز میں بیان کیا جائے تاکہ مسلمانوں کی تکفیر اور جنت سے محروم کئے جانے کے اس گھناؤنے سلسلہ کا سد باب ہو سکے۔

زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے جس میں فضیلۃ الشیخ سعید بن علی قحطانی حفظہ اللہ نے نہایت آسان اسلوب اور سلیس پیرائے میں اس موضوع کی وضاحت کی ہے اور اسے حسب عادت کتاب وسنت کے نصوص اور سلف کے آثار سے آراستہ کیا ہے اور ساتھ ہی باطل فرقوں کے نظریات اور ان کے دلائل (درحقیقت شبہات) کا ذکر کیا ہے اور ٹھوس دلائل کی روشنی میں ان کی تردید کی ہے' کتاب اپنے اختصار کے باوجود اس باب کے جملہ مسائل پر محیط ہے۔

حالات کی نزاکت کے پیش نظر راقم کے ذہن میں کتاب کو اردو جامہ پہنانے کا داعیہ پیدا

ہوا، مجھے امید ہے کہ یہ کتاب ان شاء اللہ اردو زبان میں اپنے نوعیت کی منفرد کتاب ہوگی اور اس سلسلہ میں بہت سے شبہات اور اشکالات کے ازالہ میں مفید اور کارآمد ثابت ہوگی۔

میں اس توفیق پر سب سے پہلے رب ذوالجلال کا بے پایاں شکر گزار ہوں' بعدہ تہ دل سے ممنون ہوں صوبائی جمعیت اہل حدیث' ممبئی کے ذمہ داران اور خصوصاً امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی ﷾ کا جنہوں نے منہجی وملی ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے صوبائی جمعیت کی جانب سے کتاب کی طباعت واشاعت کی نہ صرف منظوری بخشی بلکہ اس پر فوری عمل درآمد کا حکم صادر فرمایا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے ،اور ملت وجماعت کی مصلحتوں سے متعلقہ تمام مساعی کو آپ کے میزان حسنات میں شامل فرمائے، نیز ملت و جماعت کو موجودہ زبوں حالی اور رجعت قہقری سے بچانے اور ظاہری ومعنوی طور پر اسے اوج کمال پر لانے کے لئے ملامت گروں کی ملامت سے بے خوف ہوکر اپنی تمام تر مخلصانہ وغیر تمندانہ کوششیں صرف کرنے کی توفیق عطا فرمائے' کہ یہی سرمایۂ آخرت وذریعہ نجات ہے۔آمین۔

اسی طرح میں سلفیت و اہل حدیثیت کے نہایت غیور اور بیباک ترجمان، مفکر ومحقق جماعت مربی گرامی فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی ﷾ کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت مرحمت فرما کر کتاب پر نظر ثانی کی' مفید مشوروں سے نوازا اور اپنے غیر تمندانہ مخصوص لب ولہجہ میں اس پر ایک گراں قدر مقدمہ بھی تحریر فرمایا' جس سے کتاب کی اہمیت مزید بڑھ گئی، فجزاہ اللہ خیراً۔ دعا ہے کہ رب کریم آپ کو صحت وعافیت بخشے اور آپ کی زبان وقلم کے ذریعہ منہج سلف کی خدمت کا سلسلہ تادیر قائم رکھے، آمین۔

اس کے بعد اپنے والدین بزرگوار کا شکر ادا کرتا ہوں جن کی انتھک تعلیمی وتربیتی کوششوں کی بدولت دین اسلام کی ادنی سی خدمت کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا وعقبیٰ کی بھلائیوں سے نوازے اور اسے ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، اسی طرح اپنی اہلیہ، اہل خانہ، اساتذۂ کرام نیز جملہ معاونین کا شکر ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ (آمین)

اخیر میں دعا گو ہوں کہ الہ العالمین اس کتاب سے ہر خاص وعام کو فائدہ پہنچائے اور اس کے مولف، مترجم، مقدم، ناشر اور جملہ معاونین کو جزائے خیر دے، اور ان کے لئے ذریعۂ نجات بنائے اور تمام لوگوں کو اخلاص قول وعمل کی توفیق بخشے، آمین۔

خادم کتاب وسنت
ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی
(inayatullahmadani@yahoo.com)
۳۰/اکتوبر۲۰۱۲ء، ممبئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وسلم تسليماً كثيراً، أما بعد :

''مسئلہ تکفیر'' کے بیان میں یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس کے اندر میں نے اس عظیم اور نازک مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ بیان کیا ہے اور ان کے مخالفین 'گمراہ فرقوں' پر ان کی تردید کی وضاحت کی ہے۔

میں نے اس رسالہ کو تین ابواب میں تقسیم کیا ہے اور ہر باب کے تحت چند فصلیں ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

☆ پہلا باب: تکفیر کے چند اصول، ضوابط اور موانع

پہلی فصل: مسلمانوں کے امراء کے خلاف بغاوت کی حرمت اور بھلائی میں ان کی

میں نے اس بحث میں اہل سنت وجماعت کا منہج اختیار کیا ہے، جو کچھ اس میں صحیح اور درست ہے وہ احسان فرمانے والے اللہ واحد کی جانب سے ہے اور جو غلط ہے وہ میری اور شیطان کی جانب سے' اللہ اوراس کے رسول ﷺ اس سے بری ہیں، میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اسے مبارک' خالص اپنے رخ کریم کے لئے' اوراس کے مولف' قاری' اور طابع وناشر کو نعمت بھری جنتوں سے قریب کرنے والا بنائے، اوراس سے مجھے میری زندگی میں اور مرنے کے بعد نفع پہنچائے اور جس شخص تک بھی یہ کتاب پہنچے اس کے لئے نفع بخش

بنائے، وہ سب سے بہتر ذات ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے جس سے امید وابستہ کی جاتی ہے، وہی ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے اور تمام تعریفیں اللہ دونوں جہاں کے رب کے لئے لائق وزیبا ہیں۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه، ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين.

مؤلف

پہلا باب:

تکفیر کے چند اصول، ضوابط اور موانع

☆ پہلی فصل: مسلمانوں کے امراء کے خلاف بغاوت کی حرمت اور بھلائی میں ان کی اطاعت کا وجوب۔

پہلا مبحث: بھلائی میں سمع وطاعت کا وجوب۔

دوسرا مبحث: مسلم امیر وحاکم کے خلاف بغاوت کی حرمت۔

تیسرا مبحث: حکمت کے ذریعہ وعظ ونصیحت۔

چوتھا مبحث: مسلم امراء وحکام کے لئے دعا۔

پانچواں مبحث: ائمہ وامراء کے خلاف بغاوت کرنے والے اوران کے صفات۔

☆ دوسری فصل: تکفیر کے چند اصول۔

☆ تیسری فصل: تکفیر کے ضوابط۔

☆ چوتھی فصل: تکفیر کے موانع۔

☆ پانچویں فصل: تکفیر کی خطرناکی۔

☆ چھٹی فصل: بعض تعریفات ومفاہیم۔

اس نازک اور پر خطر موضوع کا آغاز کرنے سے پہلے میں کچھ اہم اور بنیادی امور کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں جن کا جاننا اور سمجھنا از حد ضروری ہے' کیونکہ ان باتوں کو سمجھ لینے سے بہت سارے سوالات اور اشکالات ختم ہو جائیں گے اور نا سمجھنے والے کے لئے حق واضح ہو جائے گا، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وکم من عائب قولاً صحیحاً　　　وآفته من الفھم السقیم

صحیح بات پر عیب لگانے والے بہتوں کی آفت کج فہمی ہوا کرتی ہے۔

یہ باتیں درج ذیل فصلوں میں ہوں گی:

پہلی فصل: مسلمانوں کے امراء کے خلاف بغاوت کی حرمت اور بھلائی میں ان کی اطاعت کا وجوب۔

پہلا مبحث: بھلائی میں سمع وطاعت کا وجوب۔

متعدد دلائل کی روشنی میں مسلمانوں کے امراء وقائدین کی اطاعت بھلائی میں واجب ہے، چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً﴾ [1]۔

اے مومنو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تمہیں اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

''ولاۃ الامر'' سے مراد علماء، حکام اور امراء ہیں [2]۔

---

(1) سورۃ النساء: ۵۹۔

(2) دیکھئے: تفسیر امام ابن جریر طبری، ۸/ ۴۹۷، وتفسیر قرطبی، ۵/ ۲۶۱، وتفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۱۹، وفتاوی ابن تیمیہ==

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہر ایک پر واجب ہے اور امراء وحکام کی اطاعت بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے، لہٰذا جو اللہ واسطے ان کی اطاعت گزاری کرکے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجالائے اس کا اجر وثواب اللہ کے ذمہ ہے اور جو ان کی اطاعت اسی قدر کرے جس قدر اسے ان سے مال اور ولایت (عہدہ ومنصب) حاصل ہوتی ہے، چنانچہ اگر وہ دیں تو ان کی اطاعت کرے اور اگر نہ دیں تو ان کی نافرمانی کرے، تو ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے'' [1]۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ''ولایت'' (امارت اور رعایا کی ذمہ داری کا بوجھ) ایک بہت بڑی مہم اور عظیم امانت ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''یا عبد الرحمن لا تسأل الإمارة فإنک إن أعطیتها عن مسألة وكلت إليها، وإن أوتيتها من غير مسألة أعنت عليها'' [2]۔

اے عبدالرحمٰن! امارت کا سوال نہ کرو، کیونکہ اگر وہ تمہیں مانگنے پر دی جائے گی تو (ساری ذمہ داری) تمہیں ہی سونپ دی جائے گی اور گر بغیر مانگے دی جائے گی تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی۔

==۱۱/۵۵۱ و ۲۸/۷۰، والضوء المنیر علی التفسیر ۲/۲۳۲ تا ۲۵۱۔

① فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۵/۱۶-۱۷، نیز اولوالامر کی اطاعت کے بارے میں آں رحمہ اللہ کے قول کے خلاصہ اور اس سلسلہ میں حوالہ جات کے لئے ملاحظہ کریں، ۳۷/۷۰-۱۔

② صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب ﴿لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم﴾، ۷/۲۷۵، حدیث (۶۶۲۲)، ومسلم ۳/۱۲۵۶، حدیث (۱۶۵۲)۔

اسی عظیم اہمیت کے پیش نظر آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

''إنا واللہ لا نولي علی ھذا العمل أحداً سألہ، ولا أحداً حرص علیہ'' ①۔

اللہ کی قسم! ہم کسی مانگنے والے یا لالچی شخص کو اس کام کی ذمہ داری (ولایت وامارت) نہیں دیتے۔

نیز جب ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ مجھے عامل (گورنر) نہ بنائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو ابوذر رضی اللہ عنہ کے کندھے پر مارا اور فرمایا:

''یا أبا ذر إنک ضعیف وإنھا أمانۃ، وإنھا یوم القیامۃ خزي وندامۃ إلا من أخذھا بحقھا وأدی الذي علیہ فیھا'' ②۔

اے ابوذر! تم کمزور ہو اور یہ ایک امانت ہے، یہ قیامت کے روز رسوائی اور ندامت کا سبب ہوگی سوائے اس شخص کے جس نے اسے اس کے حق کے ساتھ لیا اور اس سلسلہ میں اپنے اوپر واجب حق کو ادا کیا۔

یہ حدیث پاک اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے مسلمانوں کے امراء وحکام کی اطاعت اور اس عظیم کام میں ان کا تعاون واجب ہے، کیونکہ یہ ان پر ایک عظیم بوجھ اور بہت بڑی امانت ہے۔

---

① صحیح مسلم،۳/۱۴۵۶،حدیث (۱۷۳۳)، نیز دیکھئے: صحیح بخاری،حدیث (۷۱۵۰)۔

② صحیح مسلم،۳/۱۴۵۷،حدیث (۱۸۲۵و۱۸۲۶)۔

(۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

”من أطاعني فقد أطاع الله، ومن عصاني فقد عصى الله، ومن أطاع أميري فقد أطاعني، ومن عصى أميري فقد عصاني“ [1]۔

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

(۳) انہی سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”عليك السمع والطاعة في عسرك ويسرك، ومنشطك ومكرهك، وأثرة عليك“ [2]۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب قول اللہ تعالی: ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول﴾، ۱۳۳/۸، حدیث (۷۱۳۷)، وصحیح مسلم، ۳/۱۴۶۶، حدیث (۱۸۳۵)۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ اللہ وتحریمھا فی المعصیہ، ۳/۱۴۶۷، حدیث (۱۸۳۶)۔

”في عسرك ويسرك“ علماء نے کہا ہے کہ اولوالامر کی اطاعت دشوار اور نفس پر گراں گزرنے والے امور میں بھی واجب ہے بشرطیکہ معصیت نہ ہو، اگر معصیت ہو تو کوئی سمع وطاعت نہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بقیہ احادیث میں اس کی صراحت کی ہے، لہذا اولوالامر کی اطاعت کے وجوب کے باب میں یہ مطلق احادیث ان احادیث پر محمول کی جائیں گی جن میں اس بات کی صراحت مذکور ہے کہ گناہ ومعصیت کے کاموں میں ان کی سمع وطاعت نہیں ”لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق“ (خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں) شرح امام نووی، ۱۲/۴۶۵، ۴۶۶۔

”وأثرة عليك“ کا معنی یہ ہے کہ دنیوی امور میں تمہیں نظر انداز کر کے اپنی ذات کو ترجیح دی جائے، یعنی اگر ==

تم پر آسانی و پریشانی ‘خواستہ نہ خواستہ اور تمہیں دنیوی حقوق سے نظر انداز کیے جانے کی (الغرض ہر) حالت میں سمع وطاعت واجب ہے۔

(۴) ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

”إن خليلي أوصاني أن أسمع وأطيع وإن كان عبداً مجدع الأطراف“ [1]۔

میرے خلیل (جگری دوست) نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میں سنوں اور اطاعت بجالاؤں اگرچہ (میرا امیر) دست وپا بریدہ (ہاتھ پیر کٹا) غلام ہی کیوں نہ ہو۔

(۵) ام الحصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

”ولو استعمل عليكم عبد يقودكم بكتاب الله فاسمعوا له وأطيعوا“[2]۔

اگر کوئی غلام بھی تمہارا امیر بنادیا جائے جو اللہ کی کتاب سے تمہاری قیادت کررہا ہو تو اس کی باتیں سنو اور اطاعت کرو۔

== امراء وحکام دنیوی امور میں اپنے لئے اختصاص برتیں اور تمہیں اپنے حقوق سے محروم کردیں تب بھی تم ان کی سنو اور اطاعت کرو، شرح نووی،۱۲/ ۳۶۵، ۳۶۶‘ نیز امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یہ حدیثیں تمام حالات میں سمع وطاعت کی ترغیب کے بارے میں ہیں، اس کا سبب مسلمانوں کی اجتماعیت ہے‘ کیونکہ اختلافات ان کی دینی ودنیوی ہر پہلو سے ان کے حالات کی خرابی کا سبب ہیں“ شرح نووی،۱۲/ ۳۶۵، ۳۶۶۔

[1] صحیح مسلم،۳/ ۱۴۶۷، حدیث (۱۸۳۷)۔

[2] صحیح مسلم،۳/ ۱۴۶۸، حدیث (۱۸۳۸و۱۲۹۸)۔

(۶) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"على المرء المسلم السمع والطاعة فيما أحب وكره، إلا أن يؤمر بمعصية، فإن أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة" [1]۔

مسلمان شخص پر چاہت وناچاہت (ہر حالت) میں سمع وطاعت واجب ہے الا یہ کہ اسے نافرمانی کا حکم دیا جائے، چنانچہ اگر اسے نافرمانی کا حکم دیا جائے تو کوئی سمع وطاعت نہیں۔

نیز آپ نے فرمایا:

"لا طاعة في معصية الله إنما الطاعة في المعروف" [2]۔

اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت صرف نیکی اور بھلائی میں ہے۔

(۷) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

"دعانا رسول الله ﷺ فبايعناه فكان فيما أخذ علينا: أن بايعنا على السمع والطاعة في منشطنا و مكرهنا، وعسرنا و يسرنا، وأثرة علينا، وأن لا ننازع الأمر أهله" [3]۔

---

① صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصیہ، ۱۳۴/۸، حدیث (۷۱۴۴) وصحیح مسلم، ۱۴۶۹/۳، حدیث (۱۸۳۹)

② صحیح بخاری، حدیث (۷۱۴۵)، وصحیح مسلم، ۳/ ۱۴۶۹، حدیث (۱۸۴۰)۔

③ اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "... وعلى أن نقول بالحق أينما كنا لا نخاف في الله لومة لائم" صحیح مسلم، حدیث (۱۷۰۹)۔

کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے بلایا اور ہم نے آپ (کے ہاتھ) پر بیعت کی، چنانچہ ہم نے جن باتوں پر بیعت کی ان میں سے یہ بات بھی تھی کہ ہم نے اپنی چاہت وناچاہت، آسانی وپریشانی اور (دنیوی حقوق میں) اپنی ذات پر ترجیح (ہر حالت میں) سمع وطاعت کرنے پر بیعت کی، اور یہ کہ امراء وحکام سے اختلاف نہ کریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"إلا أن تروا كفراً بواحاً عندكم من الله فيه برهان" ①۔

الا یہ کہ تم کھلا ہوا کفر دیکھو جس میں تمہارے پاس اللہ کی جانب سے واضح دلیل ہو۔

(۸) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنها ستكون بعدي أثرة وأمور تنكرونها" قالوا: يا رسول الله كيف تأمر من أدرك منا ذلك؟ قال: **"تؤدون الحق الذي عليكم وتسألون الله الذي لكم"** ②۔

میرے بعد باہمی حقوق میں (اپنی ذات اور اپنے اقارب وغیرہ کو) ترجیح اور کچھ ایسے امور ہوں گے جنھیں تم ناپسند کروگے، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم

---

① صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب "ستـرون بـعدی أموراً تنكـرونهـا" ۱۱۲/۸، حدیث (۷۰۵۶)، وصحیح مسلم، ۱۴۷۰/۳، حدیث (۱۷۰۹)۔

② صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۲۱۴/۴، حدیث (۳۶۰۳)، وصحیح مسلم، ۱۴۷۲/۳، حدیث (۱۸۴۳)، نیز دیکھئے: صحیح مسلم، ۱۴۷۴/۳، حدیث (۱۸۴۶)۔

میں جس پر وہ وقت آئے آپ اسے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”تم اپنے اوپر دوسروں کے حقوق ادا کروگے اور اپنے حقوق اللہ سے مانگوگے“۔

(۹) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما اپنی طویل مرفوع روایت میں بیان کرتے ہیں:

”... **فمن أحب أن يزحزح عن النار ويدخل الجنة فلتأته منيته وهو يؤمن بالله واليوم الآخر، وليأت إلى الناس الذي يحب أن يؤتى إليه، ومن بايع إماماً فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه فليطعه إن استطاع، فإن جاء آخر ينازعه فاضربوا عنق الآخر**“ ①۔

... جو اس بات کا خواہاں ہو کہ اسے جہنم سے نجات دیکر جنت میں داخل کردیا جائے اس کی موت اس حال میں آنی چاہئے کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا ہو، اور لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرے جو وہ خود اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے، اور جس نے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے ہاتھ کی ہتھیلی اور دل کا ثمرہ اس کے حوالہ کردیا تو اسے چاہئے کہ اگر اسے استطاعت ہو تو اس کی اطاعت کرے، اور اگر کوئی دوسرا آکر امارت کے سلسلہ میں اس سے اختلاف اور معارضہ کرے تو اس کی گردن ماردو۔

(۱۰) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

”**يكون بعدي أئمة لا يهتدون بهداي ولا يستنون بسنتي، وسيقوم فيهم رجال قلوبهم قلوب الشياطين في جثمان إنس**“ قال قلت: كيف

---

① صحیح مسلم،۳/۱۴۷۳،حدیث (۱۸۴۴)۔

أصنع يا رسول الله إن أدركت ذلك؟ قال: "**تسمع وتطيع للأمير وإن ضرب ظهرك وأخذ مالك فاسمع وأطع**" ①۔

میرے بعد کچھ ایسے ائمہ ہوں گے جو نہ میری ہدایت اپنائیں گے اور نہ ہی میری سنت پر کاربند ہوں گے، اور ان کے درمیان کچھ ایسے لوگ کھڑے ہوں گے جن کے دل انسانوں کے جسموں میں شیاطین کے دلوں کی طرح ہوں گے، فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر مجھے ایسے حالات کا سامنا ہو تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: تم امیر کی سنو اور اطاعت کرو، اگر وہ تمہاری پشت پر ضرب لگائے اور تمہارا مال لے لے تو بھی اس کی سنو اور اطاعت کرو۔

(۱۱) عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک انتہائی بلیغ نصیحت فرمائی جس سے دل دہل گئے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، گویا یہ رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے، لہذا آپ ہمیں وصیت فرمائیے، آپ نے فرمایا:

"**أوصيكم بتقوى الله، والسمع والطاعة، وإن تأمر عليكم عبد، فإنه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل بدعة ضلالة**" ②۔

---

① صحیح مسلم،۳/۱۴۷۶، حدیث (۱۸۴۷)۔

② سنن ابوداود،۴/۲۰۱، وجامع ترمذی،۵/۴۴، وسنن ابن ماجہ،۱/۱۵، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن ==

میں تمہیں اللہ کے تقویٰ اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اگر چہ غلام ہی تمہارا امیر کیوں نہ ہو، کیونکہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا، لہذا، تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اسے مضبوطی سے تھام لو، اور اسے دانتوں سے خوب اچھی طرح جکڑ لو، اور اپنے آپ کو نئی ایجاد شدہ باتوں سے بچاؤ، اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رہی مسلمانوں کے امراء وحکام کی سمع وطاعت تو اس میں دنیا کی سعادت ہے، اور اسی سے بندوں کی زندگی میں ان کی مصلحتیں منظم ہوتی ہیں، اور اس سے انہیں اپنے دین کو غالب کرنے اور اپنے رب کی اطاعت میں مدد ملتی ہے'' ①۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''متعدد جگہوں پر نبی کریم ﷺ نے جو اللہ کی نافرمانی کے علاوہ میں امراء کی اطاعت، انہیں نصیحت، ان کے فیصلہ اور ان کی تقسیم کے سلسلہ میں صبر، ان کے ساتھ جہاد اور ان کے پیچھے نماز اور اسی طرح دیگر نیکیاں جنہیں وہی انجام دیتے ہیں ان میں ان کی اتباع وغیرہ کا حکم دیا ہے اس کا بیان ہو چکا ہے، کیونکہ یہ ساری چیزیں نیکی اور تقویٰ میں تعاون کے قبیل سے ہیں، اسی طرح ان کے جھوٹ کی تصدیق، ان کے ظلم پر مدد اور اللہ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت وغیرہ سے جو آپ نے منع فرمایا ہے اس کی بھی وضاحت ہو چکی ہے، کہ یہ ساری چیزیں گناہ اور دشمنی کے کاموں میں تعاون کے قبیل سے ہیں'' ②۔

== ترمذی (۲/۳۴۲) میں صحیح قرار دیا ہے۔

① جامع العلوم والحکم، ۲/۱۷۷۔

② فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۳۵/۲۰، ۲۱۔

دوسرا مبحث: مسلمان حاکم کے خلاف بغاوت کی حرمت۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''...ہم اپنے ائمہ وامراء کے خلاف بغاوت جائز نہیں سمجھتے اگر چہ وہ ظلم کریں، نہ ہی ان پر بددعا کرتے ہیں، نہ ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچتے ہیں، اور ہم ان کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت میں سے فرض سمجھتے ہیں جب تک کہ وہ معصیت کا حکم نہ دیں، اوران کے لئے بہتری اور عافیت کی دعا کرتے ہیں'' [1]۔

(۱۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات مات ميتة جاهلية [2]، ومن قاتل تحت راية عمية [3] يغضب لعصبة، أو يدعو إلى عصبة أوينصر عصبة [4] فقتل فقتلة جاهلية، ومن خرج على أمتي يضرب برها وفاجرها ولا يتحاشى من مؤمنها [5]، ولا يفي لذي عهد عهده،

---

① العقیدۃ الطحاویہ بتعلیق سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ، ص۲۲، نیز دیکھئے: اصول اہل السنۃ لامام اہل السنۃ احمد بن حنبل شرح وتحقیق الولید بن محمد بن نبیہ، ص۶۴، نشر مکتبہ ابن تیمیہ؛ وشرح السنۃ للامام الحسن بن علی البربہاری، تحقیق خالد بن قاسم الردادی، فقرہ نمبر: ۲۹، ۳۱، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۱۳۸، ۱۵۹۔

② یعنی جاہلیت کی موت کی طرح، بایں طور کہ وہ بدنظمی کی زندگی بسر کرتے تھے' ان کا کوئی امام نہ تھا، شرح نووی، ۱۲/ ۴۸۱، یہ مراد نہیں ہے کہ وہ کافر ہوکر مرے گا، بلکہ وہ گنہگار ہوکر مرے گا، فتح الباری، ۱۳/ ۷۔

③ ''عمیہ'' یعنی پیچیدہ اور غیر واضح جس کی نوعیت واضح نہ ہو، یہ امام احمد اور جمہور کا قول ہے، دیکھئے: شرح نووی، ۱۲/ ۴۸۱۔

④ معنی یہ ہے کہ اپنی قوم اور اپنی خواہش نفس کی تعصب میں' دیکھئے: شرح نووی، ۱۲/ ۴۸۲۔

⑤ مفہوم یہ ہے کہ اپنے کام میں احتیاط نہ برتے' نہ ہی اس کے وبال اور انجام کار کا اسے کوئی خوف ہو، شرح نووی، ۱۲/ ۴۸۳۔

فليس مني ولست منه‘‘ ①۔

جو شخص اطاعت سے نکل گیا اور جماعت سے جدا ہو گیا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا، اور جو شخص گمنام جھنڈا تلے لڑا، عصبیت کے لئے غضبناک ہوا، یا عصبیت کی دعوت دی، یا عصبیت کی مدد کی اور قتل کر دیا گیا، وہ جاہلیت کی موت مرا، اور جو میری امت کے خلاف بغاوت کر کے امت کے ہر نیک وبد کو مارے اور اس کے مومن سے بھی احتراز نہ کرے، اور نہ ہی عہد والے کے عہد کو پورا کرے' وہ مجھ سے نہیں میں اس سے نہیں۔

(۱۳) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

’’من رأى من أميره شيئاً يكرهه فليصبر؛ فإنه من فارق الجماعة شبراً ② فمات فميتة جاهلية‘‘ ③۔

جو اپنے امیر کی جانب سے کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسے چاہئے کہ اس

---

① صحیح بخاری، حدیث (۷۰۵۴)، وصحیح مسلم ۳/۱۴۷۶، حدیث (۱۸۴۸)۔

② آپ کا فرمان ’’شبراً‘‘ یعنی ایک بالشت' سلطان وقت کی نافرمانی اور اس سے جنگ چھیڑنے سے کنایہ ہے، اور مفارقت یعنی جدا ہونے سے اس امیر کی بیعت کو توڑنا مراد ہے جس کی بیعت مکمل ہو چکی ہو خواہ کسی معمولی شے کے ذریعہ، اسی لئے اس چیز کا کنایہ بالشت کی مقدار سے فرمایا ہے، کیونکہ ایسا کوئی بھی اقدام ناحق خون ریزی کا پیش خیمہ ہے، دیکھئے: فتح الباری، ۱۳/۷۔

③ صحیح بخاری، ۸/۱۱۲، حدیث (۷۰۵۳)، وصحیح مسلم (مذکورہ الفاظ کے ساتھ) ۳/۱۴۷۷، صحیح بخاری کے الفاظ اس طرح ہیں: ’’فانه من خرج من السلطان شبراً مات ميتة جاهلية‘‘۔

پر صبر کرے کیونکہ جس نے جماعت کو ایک بالشت چھوڑ دیا اور (اسی حال میں) مر گیا، تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(۱۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"من خلع يداً من طاعة لقي الله يوم القيامة لا حجة له [1] ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية" [2]۔

جس نے (امیر کی) اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا وہ قیامت کے روز اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی، اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کوئی بیعت نہ تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(۱۵) عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"من أتاكم وأمركم جميع [3] على رجل واحد يريد أن يشق عصاكم [4] أو يفرق جماعتكم فاقتلوه" [5]۔

---

① یعنی اس کے پاس اپنے فعل کی کوئی دلیل اور نہ ہی کوئی عذر ہوگا جو سود مند ہو سکے، شرح نووی، ۱۲/۴۸۳۔

② صحیح مسلم، ۳/۴۷۸، حدیث (۸۵۱)۔

③ یعنی متحد اور منظم ہو۔

④ "یشق عصاکم" یعنی تمہارا شیرازہ بکھیر دے جس طرح پھٹی ہوئی لاٹھی کو جدا کر دیا جاتا ہے، یہ اختلاف کلمہ اور دلوں کی باہمی نفرت سے کنایہ ہے، شرح نووی، ۱۲/۴۸۴۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب حکم من فرق امر المسلمین وھو مجتمع، ۳/۱۴۸۰، حدیث (۱۸۵۲)۔

جوتمہارے پاس اس حال میں آئے کہ تمہارا معاملہ ایک شخص کے ہاتھ پر متحد ہو وہ تمہاری لاٹھی کو چاک کرنا یا تمہاری جماعت کا شیرازہ منتشر کرنا چاہے اسے قتل کردو۔

(۱۶) سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر کچھ ایسے لوگ ہم پر امیر بن بیٹھیں جو ہم سے اپنے حقوق مانگیں اور ہمیں ہمارے حقوق سے نظر انداز کردیں تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے اس سے اعراض کیا، انھوں نے دوبارہ پوچھا، آپ نے پھر اعراض کیا، انھوں نے دوسری یا تیسری مرتبہ آپ سے پوچھا، تو انہیں اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے کھینچ لیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اسمعوا وأطيعوا، فإنما عليهم ما حملوا وعليكم ما حملتم" ①۔

سنو اور اطاعت کرو، کیونکہ انہیں جو ذمہ داری دی گئی ہے اس کا باز پرس ان سے ہوگا اور تمہیں جو ذمہ داری دی گئی ہے تم اس کے جوابدہ ہو۔

(۱۷) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إنه سيستعمل عليكم أمراء فتعرفون وتنكرون، فمن كره فقد برئ ومن أنكر فقد سلم، ولكن من رضي وتابع" قالوا: يا رسول الله ألا نقاتلهم؟ قال: **"لا ماصلوا"** ②۔

عنقریب تم پر کچھ ایسے لوگ امیر مقرر ہوں گے جن کی بعض چیزیں تمہیں اچھی لگیں گی

---

① صحیح مسلم، ۳/۱۴۷۴، حدیث (۱۸۴۶)۔

② صحیح مسلم، ۳/۱۴۸۱، حدیث (۱۸۵۴)۔

اور بعض بری، چنانچہ جس نے اسے ناپسند کیا وہ بری ہوا، اور جس نے انکار کیا وہ محفوظ رہا، سوائے اس کے جو راضی اور خوش ہوا اور متابعت کی، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ان سے قتال نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔

(۱۸) عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"خيار أئمتكم الذين تحبونهم ويحبونكم، ويصلون عليكم وتصلون عليهم [1] وشرار أئمتكم الذين تبغضونهم ويبغضونكم، وتلعنونهم ويلعنونكم" قيل: يا رسول الله أفلا ننابذهم بالسيف؟ فقال: **"لا ما أقاموا فيكم الصلاة، و إذا رأيتم من ولاتكم شيئاً تكرهونه فاكرهوا عمله، ولا تنزعوا يداً من طاعة"** [2]۔

تمہارے بہتر ائمہ وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، وہ تمہارے لئے دعا کریں اور تم ان کے لئے دعا کرو، اور تمہارے بدترین ائمہ وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں، عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم انہیں تہ تیغ نہ کردیں؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کریں (ہرگز ایسا نہ کرنا)، اور جب تم اپنے

---

① یعنی وہ تمہارے لئے دعا کریں اور تم ان کے لئے دعا کرو، شرح نووی، ۱۲/ ۴۸۷۔

② صحیح مسلم، ۳/ ۱۴۸۱، حدیث (۱۸۵۵)۔

امراء سے کوئی ایسی چیز دیکھو جو تمہیں ناپسند ہو تو اس کے عمل کو ناپسند کرو اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو۔

(۱۹) نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے متعلقین [1] اور اولاد کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ينصب لكل غادر لواء يوم القيامة''۔

قیامت کے دن ہر دھوکہ دینے والے کے لئے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔

ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بیعت کے تحت اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، اور میں اس سے بڑھ کر کوئی دھوکہ [2] نہیں جانتا کہ کسی شخص کے ہاتھ پر اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کے تحت بیعت کی جائے اور پھر اس سے جنگ چھیڑ دی جائے، اور میں نہیں جانتا کہ اس مسئلہ میں تم میں سے کسی نے (ان سے) ہاتھ کھینچا یا بیعت کی مگر یہ کہ فیصلہ میرے اور اس کے درمیان تھا [3]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں اس امام کی اطاعت کے واجب ہونے کا بیان ہے جس کی بیعت منعقد ہو چکی ہو نیز اس کے خلاف بغاوت کرنے کی ممانعت

---

[1] ''حشمہ'' الحشمة کے معنی عصبہ اور قرابت دار کے ہیں، یہاں خدمت گزار اور وہ لوگ مراد ہیں جو ان کے لئے غضبناک ہوتے ہوں اور ایک دوسری روایت میں اہل و اولاد کے الفاظ ہیں، فتح الباری، ۱۳/ ۷۱۔

[2] ایک دوسری روایت میں: ''وإن من أعظم الغدر بعد الاشراك بالله أن يبايع رجل رجلاً ... الحديث'' کے الفاظ ہیں، دیکھئے: فتح الباری، ۱۳/ ۷۱۔

[3] صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱۳/ ۶۸، حدیث (۷۱۱۱)۔

کا بیان ہے، اگر چہ وہ اپنے فیصلہ میں ظلم و نا انصافی سے کام لے، اور یہ کہ فسق کی بنا پر اس کی اطاعت سے ہاتھ نہیں کھینچا جا سکتا'' [1]۔

تیسرا مبحث: حکمت سے وعظ و نصیحت۔

(۲۰) نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

''نضر الله امرأ سمع مقالتي فوعاها وحفظها، وبلغها، فرب حامل فقه إلى من هو أفقه منه، ثلاث لا يغل عليهن قلب مسلم: إخلاص العمل لله، ومناصحة ولاة الأمر، ولزوم جماعة المسلمين، فإن دعوتهم تحيط من ورائهم'' [2]۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم (تر و تازہ) رکھے جس نے میری بات کو سنا، اسے ذہن میں بٹھایا اور یاد کیا اور پھر اس کی تبلیغ و اشاعت کی' کیونکہ بسا اوقات کوئی صاحب فقہ ایسے شخص کے پاس (تبلیغ کی خاطر) جاتا ہے جو اس سے زیادہ صاحب فقہ ہوتا ہے، تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کر سکتا: اللہ کے لئے اخلاص عمل، حکام و امراء کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ ان کی دعائیں انکے پیچھے سے گھیرے ہوتی ہے۔

---

① فتح الباری، ۱۳/ ۷۱، ۷۲۔

② جامع ترمذی بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ۵/ ۳۴، حدیث (۲۶۵۸)، و مسند احمد، ۱/ ۴۳۷، نیز بروایت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۵/ ۱۸۳، اور ان دونوں کے علاوہ سے بھی مروی ہے، علامہ البانی نے اسے مشکاۃ المصابیح (۱/ ۷۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بات کے سننے‘ اس کو اپنے دل ودماغ میں بٹھانے‘ یاد کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے والے کے حق میں خوشی‘ چہرے کی تروتازگی اور اس حسن وجمال کی دعا فرمائی ہے جو ایمان کے آثار اور باطن کے اس سے روشن ہونے نیز دل کے مسرت وشادمانی سے ہمکنار اور لذت یاب ہونے کے سبب چہرے کو عطا ہوتی ہے، چنانچہ جو ان چاروں مراتب کو انجام دے گا وہ نبی کریم ﷺ کی ظاہر وباطن کے حسن وجمال پر مشتمل دعا سے فیضیاب ہوگا[1]۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''نبی کریم کا فرمان: **''تین چیزیں ایسی ہیں جن کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرسکتا...''**۔

یعنی ان تینوں چیزوں کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کے دل میں خیانت پیدا نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس میں باقی رہ سکتی ہے، کیونکہ یہ چیزیں خیانت‘ دھوکہ دہی، دل کی خرابی اور اس کے بغض وحسد اور سیاہیوں کے منافی ہیں، چنانچہ اللہ کے لئے مخلص کا اخلاص اس کے دل کو خیانت سے روکتا ہے اور اسے کلی طور پر نکال کر ختم کردیتا ہے، کیونکہ اس کے دل کی خواہشات واحساسات اپنے رب کی رضا جوئی کی طرف منتقل ہوچکے ہوتے ہیں لہٰذا اس میں دھوکہ دہی کی کوئی جگہ باقی نہیں بچتی۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان: **''اور مسلمانوں کے ائمہ وامراء کی خیر خواہی...''**۔

یہ چیز بھی خیانت اور دھوکہ دہی کے منافی ہے کیونکہ خیر خواہی اور خیانت دونوں اکٹھا نہیں ہوسکتے بلکہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، چنانچہ جو شخص ائمہ وامراء اور امت (رعایا) کی

---

① دیکھئے: مفتاح دار السعادہ لابن القیم، ۱/۲۷۴و۲۷۶، تحقیق علی بن حسن بن عبدالحمید۔

بھی خواہی کرے گا وہ خیانت سے بری ہوگا۔

اور آپ کا فرمان: **''اور مسلمانوں کی جماعت کولازم پکڑنا...''**۔

یہ چیز بھی دل کو خیانت اور دھوکہ سے پاک کرنے والی چیزوں میں سے ہے، کیونکہ مسلمانوں کی جماعت کولازم پکڑنے والا شخص اپنے التزام کے سبب مسلمانوں کی جماعت کے لئے وہی پسند کرے گا جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے وہی ناپسند کرے گا جو اپنی ذات کے لئے ناپسند کرتا ہے، جو چیز انہیں بری لگے گی وہ اسے بھی بری لگے گی اور جس چیز سے انہیں خوشی ہوگی اس سے اسے بھی خوشی ہوگی برعکس ان لوگوں کے جو ان سے دور ہوں اور ان پر طعن وتشنیع' عیب جوئی اور مذمت گری ان کا شیوہ ہو، جیسے رافضہ، خوارج اور معتزلہ وغیرہ، کیونکہ ان کے دل خیانت' بغض وعناد اور دھوکہ دہی سے پر ہیں، اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ رافضہ لوگوں میں اخلاص سے سب سے بعید تر، ائمہ' امراء اور امت کی سب سے زیادہ خیانت کرنے والے اور مسلمانوں کی جماعت سے سب سے زیادہ دور ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان: **''کیونکہ ان کی دعا ان کے پیچھے سے گھیرے ہوتی ہے''**۔

یہ بات بہت ہی عمدہ' مختصر اور عظیم ترین معنیٰ پر مشتمل ہے، نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی دعاء کو اس چہار دیواری اور فصیل سے تشبیہ دی ہے جو انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور ان کے دشمنوں کو ان تک پہنچنے سے مانع ہے، چنانچہ اسلام کی دعوت جس کے اندر مسلمان ہیں چونکہ ایک چہار دیواری اور فصیل کی مانند ہے لہٰذا اللہ کے نبی نے خبر دی ہے کہ جو مسلمانوں کی جماعت کولازم پکڑے گا اسے اسلام کی دعوت اپنے گھیرے میں لئے رہے گی جس طرح مسلمانوں کی جماعت کا احاطہ کئے ہوئے ہے، چنانچہ دعوت مسلمانوں کے

اتحاد کو مستحکم کرتی، پائیدار بناتی اور تفرقہ بازی کو ختم کرتی ہے، اس کا شیرازہ متحد کرتی ہے اور اسے گھیرے ہوئے ہوتی ہے، لہٰذا جو اس کی جماعت میں شامل ہوگا اسلام کی دعوت اسے اپنے گھیرے میں لے لے گی'' ①۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو مسلمانوں کے امراء کی اطاعت اور ان کی بہی خواہی کا حکم دیا ہے وہ انسان پر بعینہ اسی طرح واجب ہے جس طرح پنجوقتہ نمازیں، زکاۃ، روزہ، حج بیت اللہ اور ان کے علاوہ دیگر وہ اعمال واجب ہیں جن کی بجا آوری کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے، اگرچہ اس نے اس کا معاہدہ نہ کیا ہو اور اس کے لئے پختہ حلف نہ اٹھائی ہو، اور اگر وہ اس پر قسم کھالے تو یہ چیز امراء کی اطاعت اور ان کی خیر خواہی کے سلسلہ میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مزید تاکید وتثبیت ہوگی، چنانچہ ان باتوں کی قسم کھانے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ قسم شدہ امر کی خلاف ورزی کرے ... کیونکہ اللہ عزوجل نے ائمہ وامراء کی اطاعت اور خیر خواہی کو جو واجب قرار دیا ہے وہ یوں بھی واجب ہے خواہ وہ قسم نہ بھی کھائے، تو اب جب کہ اس نے قسم کھالی ہے ان کی اطاعت اس پر بدرجۂ اولیٰ واجب ہوگی، اسی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو ان کی نافرمانی اور خیانت سے منع فرمایا ہے وہ اس پر حرام ہیں خواہ اس نے قسم نہ بھی کھائی ہو'' ②۔

اور ائمہ وامراء کو نصیحت ان کے اور ناصح کے مابین نرمی وملائمت، حکمت ودور اندیشی، عمدہ

---

① مفتاح دار السعادہ، لابن القیم، ۱/ ۲۷۵ تا ۲۷۸، قدرے تصرف کے ساتھ۔

② فتاویٰ ابن تیمیہ، ۳۵/ ۹، ۱۰۔

نصیحت اور مناسب اسلوب میں خفیہ طور پر ہوگی۔

(۲۱) عیاض بن غنم سے روایت ہے کہ انھوں نے ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا:

"من أراد أن ينصح لذي سلطان فلا يبده علانية، ولكن يأخذ بيده فيخلو به، فإن قبل منه فذاك، وإلا كان قد أدى الذي عليه" [1]۔

جو کسی صاحب اقتدار (امیر وحاکم) کو نصیحت کرنا چاہے، وہ اسے علانیہ طور پر نہ ظاہر کرے، بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر تنہائی میں لے جائے (اور اسے نصیحت کرے) اگر وہ نصیحت قبول کرلے تو بہتر ہے، ورنہ اس نے اس کے تئیں اپنا فرض ادا کردیا۔

(۲۲) تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"الدين النصيحة" قلنا لمن يا رسول الله؟ قال: **"لله، ولكتابه، ولرسوله، ولأئمة المسلمين، وعامتهم"** [2]۔

دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کس کے لئے؟ آپ نے فرمایا: اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے ائمہ وامراء اور عام مسلمانوں کے لئے۔

---

[1] اسے امام عمرو بن ابی عاصم نے اپنی کتاب کتاب السنہ میں روایت کیا ہے، ۲/۵۲۱، ومسند احمد، ۳/۴۰۳، ۴۰۴، ومستدرک حاکم، ۳/۲۹۰، امام ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں: اسے امام احمد نے روایت کیا ہے، اور اس کے راویان ثقہ ہیں، ۵/۲۲۹، امام البانی نے اسے ظلال الجنہ فی تخریج السنہ (۲/۵۲۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

[2] صحیح مسلم، ۱/۷۴، حدیث (۵۵)۔

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کے ائمہ وامراء کی خیر خواہی کے معنیٰ ہیں ان کی درستی، نیکی اور عدل وانصاف سے محبت کرنا نیز ان کے ہاتھوں پر امت کے اتفاق سے محبت اور ان پر امت کے اختلاف وافتراق کو ناپسند کرنا، اللہ کی اطاعت میں ان کی اطاعت کو نیکی سمجھنا، ان کے خلاف بغاوت کے جواز کا عقیدہ رکھنے والے سے بغض رکھنا اور اللہ عزوجل کی اطاعت میں ان کے غلبہ وسربلندی کو پسند کرنا'' ①۔

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کے ائمہ وامراء کی خیر خواہی کے معنیٰ ہیں حق پر ان کے مدد کرنا، اطاعت کرنا، انہیں حق کی نصیحت کرنا، نرمی وملائمت سے انہیں تنبیہ کرنا، ان سے اختلاف کرنے اور لڑنے جھگڑنے سے احتراز کرنا اور ان کے لئے توفیق کی دعا کرنا نیز غیروں کو اس پر ابھارنا'' ②۔

شیخ علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''رہا مسلمانوں کے ائمہ کی خیر خواہی کا مسئلہ: تو مسلمانوں کے ائمہ سے مراد سلطان اعظم سے لیکر امیر وقاضی تک ان کے امراء اور ذمہ داران ہیں، چونکہ ان لوگوں کے فرائض اور ذمہ داریاں دوسروں سے بڑھ کر ہیں اس لئے ان کے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے انہیں نصیحت کرنا واجب ہے' بایں طور کہ ان کی امامت کا اعتقاد رکھا جائے، ان کی ولایت (حکمرانی) کا اعتراف کیا جائے' معروف میں ان کی اطاعت کی جائے' ان کے خلاف بغاوت نہ کی جائے، رعایا کو ان کی اطاعت اور ان

---

① جامع العلوم والحکم، ۱/۲۲۲۔

② مرجع سابق ۱/۲۲۳، نیز مسلمانوں کے امراء کی اطاعت کے بارے میں آب گہر سے لکھنے کے قابل سنہرے اقوال کے لئے ملاحظہ فرمائیں: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۸/۳۹۰، ۳۹۱، ومنہاج السنۃ النبویہ، ۳/۳۹۰، ومفتاح دار السعادہ لابن القیم، ۱/۶۲، والجامع الفرید من کتب ورسائل ائمۃ الدعوۃ الاسلامیہ، ص ۲۸۱، والعقیدۃ الطحاویہ، ص ۳۶۸۔

کے حکم کی تعمیل پر ابھارا جائے بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف نہ ہو، اپنی استطاعت بھر انہیں نصیحت اور اپنی رعایا کی دیکھ ریکھ کے سلسلہ میں جو چیزیں ان سے مخفی ہوں ان کی وضاحت کی جائے۔ ہر شخص اپنے اعتبار سے۔ ،ان کی صلاح و درستی اور توفیق کے لئے دعا کی جائے کیونکہ ان کی بہتری میں رعایا کی بہتری ہے، انہیں برا بھلا کہنے' ان کی عیب جوئی اور ان کی خامیوں اور برائیوں کو عام کرنے سے باز رہا جائے، کیونکہ اس میں برائی' نقصان اور بہت بڑا فساد ہے، چنانچہ ان کی بہی خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ ان چیزوں سے بچا جائے اور دوسروں کو تنبیہ کی جائے، اور جو شخص ان کی جانب سے کوئی ناجائز چیز دیکھے اسے چاہئے کہ انہیں علانیہ نہیں بلکہ خفیہ طور پر نرمی اور ایسے اسلوب میں تنبیہ کرے جو برمحل ہو اور مقصود حاصل ہو جائے، کیونکہ ہر شخص بالخصوص امراء و حکام کے حق میں یہی چیز مطلوب ہے، کیونکہ انہیں اس طرح تنبیہ کرنے میں بڑا خیر ہے، اور یہ سچائی اور اخلاص کی علامت ہے، اور اے (مذکورہ طریقہ پر) نصیحت کرنے والے! دیکھنا لوگوں کی مدح سرائی آپ کی نصیحت کو ضائع و برباد نہ کردے' بایں طور کہ آپ لوگوں سے کہتے پھریں کہ میں نے انہیں نصیحت کی ہے اور ایسا ایسا کہا ہے، کیونکہ یہ ریاکاری اور ضعف اخلاص کی علامت ہے' اور اس کے دیگر نقصانات بھی ہیں جو معروف ہیں'' [1]۔

(۲۳) زیاد بن کسیب عدوی سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابوبکرہ کے ساتھ ابن عامر کے منبر کے قریب بیٹھا ہوا تھا اور وہ باریک لباس زیب تن کئے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، ابوبلال نے کہا: ہمارے امیر کو دیکھو فاسقوں کا کپڑا پہنے ہوئے ہے! تو ابوبکرہ

---

[1] الریاض الناضرہ والحدائق النیرۃ الزاہرہ، ص ۴۸ تا ۴۹۔

رضی اللہ عنہ نے کہا: خاموش رہو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"من أهان سلطان الله في الأرض أهانه الله" [1]۔

جس نے زمین میں اللہ کے سلطان کی توہین کی اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا۔

اورمسند احمد میں واقعہ کے ذکر کے بغیر الفاظ یوں ہیں:

"من أكرم سلطان الله تبارك وتعالى في الدنيا أكرمه الله يوم القيامة، ومن أهان سلطان الله تبارك وتعالى في الدنيا أهانه الله يوم القيامة" [2]۔

جو دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سلطان کا احترام کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز عزت عطا فرمائے گا اور جو دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سلطان کی توہین کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلیل کرے گا۔

اسی لئے سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "لوگ ہمیشہ خیر میں رہیں گے جب تک بادشاہ (وقت) اور علماء کی تعظیم کرتے رہیں گے، اگر ان دونوں کی عزت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دنیا وآخرت سنوار دے گا، اور اگر ان دونوں کی ناقدری کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دنیا وآخرت خراب کردے گا" [3]۔

---

[1] جامع ترمذی، حدیث (۲۲۳۹)، علامہ البانی نے اسے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (حدیث/ ۲۲۹۷) میں حسن قرار دیا ہے، نیز دیکھئے: صحیح سنن ترمذی، ۲/ ۲۳۵۔

[2] مسند احمد، ۵/۴۲، امام ہیثمی مجمع الزوائد (۵/ ۲۱۵) میں فرماتے ہیں: اسے امام احمد اور طبرانی مختصراً روایت کیا ہے، اور اس کے شروع میں "الامام ظل اللہ فی الارض..." کا اضافہ کیا ہے، اور مسند احمد کے راویان ثقہ ہیں، علامہ البانی نے حسن قرار دیا ہے جیسا کہ گزرا، نیز یہ صحیح الجامع میں بھی ہے، حدیث (۵۹۸۷)۔

[3] تفسیر قرطبی، ۵/۲۶۲۔

(۲۴) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا گیا: اگر آپ فلاں [1] کے پاس جا کر گفتگو کرتے!! تو آپ نے فرمایا: تمہارا خیال یہ کہ ہے میں ان سے گفتگو کروں تو تمہیں سنا کر (علانیہ) کروں!! میں خفیہ طور پر ان سے گفتگو کروں گا، [اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے: اللہ کی قسم میں نے اپنے اور ان کے درمیان (خفیہ طور پر) ان سے گفتگو کی ہے] بجائے اس کے کہ میں ایک ایسا دروازہ کھولوں، کہیں اسے سب سے پہلے کھولنے والا میں ہی نہ ہو جاؤں..." [2]۔

چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے امیر باعظمت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حکمت کا اسلوب اپنایا کیونکہ امیر و حاکم کی نصیحت میں اس کے مقام و مرتبہ کی رعایت ضروری ہے، اس لئے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق معاملہ کرنا حکمت کی اساس ہے، اسی لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "حدیث (مذکور) میں امراء کی تعظیم ملحوظ رکھنے اور ان کے ساتھ ادب سے پیش آنے نیز لوگ ان کے سلسلہ میں جو کچھ کہتے ہیں اس کو ان تک پہنچانے کا بیان ہے [3] تا کہ وہ باز رہیں اور نرمی اور حسن ادائیگی کے ساتھ ان سے ہوشیار رہیں، بایں طور کہ کسی کی ایذا رسانی کے بغیر مقصود حاصل ہو جائے" [4]۔

انکار منکر کی شرط یہ ہے کہ اس سے بڑا منکر لازم نہ آئے، کیونکہ انکار منکر کے جیسا کہ امام

---

[1] یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے، حدیث (۲۹۸۹)۔

[2] صحیح بخاری، حدیث (۳۲۶۷ و ۷۰۹۸)، و صحیح مسلم، حدیث (۲۹۸۹)۔

[3] اس سے غیبت و چغلی اور لگائی بجھائی کے طور پر لوگوں کی باتیں پہنچانا مقصود نہیں ہے۔

[4] فتح الباری، ۱۳/۵۳، نیز دیکھئے: شرح نووی، ۱۸/۳۲۸۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے (درج ذیل) چار درجے ہیں:

پہلا درجہ: منکر زائل ہو جائے اور اس کی جگہ اس کی ضد (معروف) آجائے۔

دوسرا درجہ: منکر بالکلیہ زائل نہ ہو بلکہ کم ہو جائے۔

تیسرا درجہ: منکر کی جگہ ویسا ہی دوسرا منکر آجائے۔

چوتھا درجہ: منکر کی جگہ پہلے سے بڑا منکر آجائے۔

مذکورہ درجات میں سے ابتدائی دو درجے تو مشروع ہیں اور تیسرا محل اجتہاد ہے اور چوتھا درجہ حرام [1]۔

امام نووی رحمہ اللہ اسامہ کے قول ''بجائے اس کے کہ میں ایک ایسا دروازہ کھولوں 'میں نہیں چاہتا کہ سب سے پہلے کھولنے والا میں ہوں'' کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ''ان کا مقصد امراء کو ان کی رعایا کے درمیان علانیہ تنبیہ کرنا ہے جیسا کہ قاتلان عثمان نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا، اس میں امراء کے ساتھ ادب، نرمی، انہیں خفیہ نصیحت اور لوگ جو کچھ ان کے بارے میں کہتے ہیں اسے ان تک پہنچانے کا بیان ہے تا کہ وہ اس سے باز رہیں...'' [2]۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ رعایا کے سامنے اور ان کی موجودگی میں مسلمانوں کے ولی امر کو علانیہ طور پر تنبیہ کرنا عام طور پر بہت بڑے شر و فساد کا سبب ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات اس کا نتیجہ اختلاف وافتراق یا امام المسلمین کے خلاف بغاوت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اور ولی

---

① اعلام الموقعین عن رب العالمین، ۳/ ۱۶، اس جگہ اور بہت سی مفید باتیں ملاحظہ کریں۔

② شرح نووی، ۱۸/ ۳۲۹۔

امر کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دے اور انہیں برائی سے روکے، پھر اس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ اس سے خامی کا صدور ہو کیونکہ وہ بشر ہے، لیکن اس کی اصلاح خفیہ طور پر حکمت اور محمود رواداری کے ساتھ کی جائے، اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جائے اور انتہائی متانت اور سنجیدگی سے اسے نصیحت کی جائے، یہی طریقہ قبولیت کے لائق ہے [1]۔

سماحۃ الشیخ علامہ، محقق شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کے ائمہ و امراء کے عیوب و نقائص کی تشہیر اور انہیں منبروں پر بیان کرنا سلف کا طریقہ نہیں ہے، کیونکہ یہ تباہی و بربادی اور سمع و طاعت نہ کرنے نیز اس بغاوت کا سبب ہے جو سراپا نقصان دہ ہے، البتہ سلف صالحین کے یہاں معمول بہ طریقہ یہ تھا کہ نصیحت ان کے اور ولی امر کے مابین ہوتی تھی اور خط و کتابت ہوا کرتی تھی یا ان علماء سے ملاقات ہوا کرتی تھی جو امراء و حکام سے تعلق رکھتے ہوں، تاکہ انہیں بھلائی کی توجیہ کی جائے، اور انکار منکر (برائی پر تنبیہ) کا طریقہ یہ ہے کہ منکر کے مرتکب کا ذکر کئے بغیر انکار کیا جائے، چنانچہ زنا کاری، شراب نوشی، اور سود خوری وغیرہ پر مرتکب کا ذکر کئے بغیر تنبیہ کی جائے، اسی طرح گناہوں پر نکیر اور ان سے اجتناب کی تلقین بھی فاعل کا ذکر کئے بغیر کافی ہے، فاعل کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں خواہ حاکم ہو یا محکوم...'' [2]۔

---

[1] دیکھئے: فتح الباری، ۱۳/۵۲، عمدۃ القاری، ۱۵/۱۶۶۔

[2] ''حقوق الراعی والرعیۃ'' کے اخیر میں طبع شدہ سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتوی ملاحظہ فرمائیں، ص ۲۷، ۲۸، نیز سلطان وقت کی نصیحت کے لئے آداب کے فوائد کے لئے ملاحظہ کریں: الآداب الشرعیہ للامام محمد بن مفلح المقدسی، ۱/۱۹۶ تا ۲۰۸، تحقیق شعیب ارنووط، وتنبیہ الغافلین لابن النحاس، ص ۵۹ تا ۶۸، تحقیق عماد الدین عباس۔

چوتھا مبحث: مسلم امراء وحکام کے لئے دعا۔

رعایا پر حاکم کا ایک حق یہ ہے کہ رعایا حاکم کے لئے دعا کرے، اسی لئے سلف صالحین مثلاً فضیل بن عیاض اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کہا کرتے تھے کہ: ''اگر ہمارے پاس مقبول دعا ہوتی تو ہم اسے سلطان (حاکم اور امیر وقت) کے لئے کرتے'' ①۔

یہ محض اسی لئے کہ اگر حاکم وقت (امیر) درست ہوتا ہے تو رعایا بھی درست ہوتی ہے اور اگر حاکم خراب ہوتا ہے تو رعایا بھی خراب ہوجاتی ہے اور اسی لئے عثمان رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ سلطان سے وہ کام لے لیتا ہے جو قرآن سے نہیں لیتا''، نیز امام حسن بن علی بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب آپ کسی شخص کو دیکھیں کہ وہ حاکم وقت پر بددعا کر رہا ہے تو جان لیں کہ وہ ہوا پرست (بدعتی) ہے اور جب کسی شخص کو امیر وقت کے لے صلاح ودرستی کی دعا کرتے ہوئے سنیں تو جان لیں کہ وہ ان شاء اللہ متبع سنت ہے'' ②۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر میرے پاس کوئی مقبول دعا ہوتی تو میں اسے امیر المسلمین ہی کے لئے کرتا، آپ سے دریافت کیا گیا کہ: اے ابوعلی! ہمیں ذرا اس کا مطلب بتائیں؟ انہوں نے فرمایا: یعنی اگر میں اس دعا کو اپنی ذات کے لئے خاص کرلوں گا تو وہ مجھ سے تجاوز نہ کرے گی اور اگر میں اسے ولی الامر کے لئے کروں گا تو اس کی اصلاح ہوگی اور اس کے نتیجہ میں اللہ کے بندوں اور ملکوں کی اصلاح ہوگی، ہمیں ان پر بددعا کرنے کا حکم

---

① دیکھئے: فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۲۸/۳۹۱، وطبقات الحنابلہ ۲/۳۶۔

② کتاب شرح السنہ للامام الحسن بن علی البربہاری رحمہ اللہ، ص ۵۱۔

نہیں دیا گیا ہے اگر چہ وہ ظلم وزیادتی سے پیش آئیں، کیونکہ ان کے ظلم وزیادتی کا وبال خود ان کی ذات پر ہوگا اوران کی درستی کا فائدہ ان کی ذات اور عام مسلمانوں کے لئے ہوگا" [1]۔

اسی طرح اگر علماء سے غلطی یا بھول چوک کا صدور ہو جائے تو ان کے ساتھ بھی نصیحت اور دعا کا معاملہ ہونا چاہئے، کیونکہ وہ بھی بشر ہیں' معصوم نہیں، اور وہ مسلمانوں کے اونچے ذمہ داروں میں سے ہیں، لہٰذا برا بھلا کہنا اور ان کی تشہیر کرنا جائز نہیں اور نہ ہی ان کی لغزشوں کو ٹٹولنا اور اسے لوگوں کے درمیان پھیلانا جائز ہے، کیونکہ اس میں بہت بڑا فساد ہے، اسی لئے علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اعلم يا أخي – وفقني الله و إياك لمرضاته وجعلني و إياك ممن يتقيه حق تقاته – أن لحوم العلماء مسمومة، وعادة الله في هتك أسرار منتقصهم معلومة، وأن من أطال لسانه في العلماء بالثلب بلاه الله قبل موته بموت القلب"۔

میرے بھائی! - اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی رضا کی توفیق دے نیز مجھے اور آپ کو ان بندوں میں سے بنائے جو اس سے کما حقہ ڈرتے ہیں- آپ جان لیں کہ علماء کا گوشت زہر آلود ہے' اوران کے عیوب ونقائص کے اسرار کی پامالی کے سلسلہ میں اللہ کی سنت معلوم ہے، نیز یہ کہ جو شخص علماء کے نقائص کے بارے میں زبان درازی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کی موت سے پہلے دل کی موت میں مبتلا کر دے گا"۔

---

[1] کتاب شرح السنہ للامام الحسن بن علی بن خلف البربہاری رحمہ اللہ ت (۳۲۹ھ) تحقیق خالد بن قاسم الردادی، ص ۱۱۶، مکتبۃ الغرباء، نیز دیکھئے: طبقات الحنابلہ ۲/۳۶، وحلیۃ الاولیاء ۸/۹۱۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [1]۔

لہٰذا جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں انہیں کوئی فتنہ لاحق نہ ہو جائے یا وہ دردناک عذاب سے دوچار نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ ہے'' [2]۔

پانچواں مبحث: ائمہ وامراء کے باغیان اوران کے صفات۔

امیر مسلم کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے چار قسم کے لوگ ہیں:

۱- وہ لوگ جنہوں نے امیر وقت کی اطاعت سے انکار کیا اور اس کی دسترس سے خارج ہو گئے، یہ رہزن اور زمین میں فساد برپا کرنے والے ہیں۔

۲- وہ لوگ جن کے پاس کوئی تاویل ہے، البتہ یہ بہت کم' ایک' دو' دس لوگ ہیں، جن کی کوئی شان وشوکت نہیں: یہ لوگ حنابلہ کی اکثریت کی رائے کے مطابق راہزن ہیں، امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے، اور کہا گیا ہے کہ کم وبیش میں کوئی فرق نہیں' امام وقت کی دسترس سے نکلنے کے سبب ان سب کا حکم باغیوں کا ہے۔

۳- کچھ مسلمان لوگ جو امام وقت کی دسترس سے نکل کر کسی تاویل کی بنیاد پر اس کی بیعت کو توڑنا چاہتے ہیں، اور ان کی قوت وشوکت بھی ہے، انہیں بس فوج اکٹھا کرنے کی ضرورت

---

[1] سورۃ النور: ۶۳۔

[2] دیکھئے: رسالہ لحوم العلماء مسمومہ، ص ۴۱۔

ہے، ایسے لوگ باغی ہیں۔

۴- خوارج جو گناہ کی بنیاد پر تکفیر کرتے ہیں اور عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر قرار دیتے ہیں [1]۔

خوارج گناہوں کے مرتکبین کی تکفیر کرتے ہیں، ان کے خون و مال کو حلال سمجھتے ہیں اور انہیں ہمیشہ ہمیش کے لئے مستحق جہنم گردانتے ہیں، صرف قرآن کریم کی اتباع کا عقیدہ رکھتے ہیں اور سنت جو ظاہر قرآن کے خلاف ہو گرچہ متواتر ہی کیوں نہ ہو نہیں مانتے، اور اپنے مخالفین کو کافر قرار دیکر اس کا وہ سب کچھ حلال سمجھتے ہیں جو اصلی کافر کا بھی نہیں سمجھتے [2]، کیونکہ ان کے نزدیک (ان کا مخالف) مرتد ہے، اور امام وقت کے خلاف- اگر وہ سنت کی مخالفت کردے- بغاوت کرنا واجبی حق تصور کرتے ہیں [3]۔

نبی کریم ﷺ نے ان کے صفات بیان کئے ہیں [4] اور امت کے لئے ان کی وضاحت فرمائی ہے، چنانچہ ایک خارجی شخص نے نبی کریم ﷺ سے- درانحالیکہ آپ جعرانہ کے مقام پر مال غنیمت تقسیم کررہے تھے- کہا: اے محمد (ﷺ) ! انصاف سے کام لیجئے! آپ نے ارشاد فرمایا:

"ویلک ومن یعدل إذا لم أکن أعدل؛ لقد خبت وخسرت إن لم

---

① یہ تفصیل المغنی لابن قدامہ میں ملاحظہ کریں، ۱۲/ ۲۳۷ تا ۲۴۲۔

② فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۳/ ۳۳۵۔

③ الملل والنحل للشہرستانی، ۱/ ۱۵۵۔

④ خوارج اور ان کے فرقوں کی رائے کی تفصیل زیر نظر کتاب کے ص (۱۷۱ تا ۱۹۱) میں اور ان کی تردید اور مناقشہ ص (۱۹۲ تا ۲۱۳) میں ملاحظہ فرمائیں۔

أكن أعدل" فقال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: دعني يا رسول الله فأقتل هذا المنافق؛ فقال ﷺ: "**معاذ الله أن يتحدث الناس أني أقتل أصحابي، إن هذا و أصحابه يقرء ون القرآن لا يجاوز حناجرهم، يمرقون منه كما يمرق السهم من الرمية**" [1]۔

تیری بربادی ہو! اگر میں انصاف نہ کروں تو کون انصاف کرے گا؟ اگر میں نے انصاف سے کام نہیں لیا ہے تو یقیناً تو خائب وخاسر ہو گیا، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کا سر قلم کردوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ لوگ کہتے پھریں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہوں، بیشک یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے جو ان کے گلے سے اوپر نہ اٹھے گا، وہ قرآن سے ایسے نکل گئے ہوں گے جیسے تیر زدہ (شکار) سے تیر نکل جاتا ہے۔

اور اسی طرح نبی کریم ﷺ سونا تقسیم فرمارہے تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا: "اے محمد! اللہ سے ڈریئے!" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"**فمن يطع الله إن عصيته ! أيأمنني على أهل الأرض ولا تأمنوني**"۔

اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو پھر اس کی اطاعت اور کون کرے گا؟ کیا اللہ مجھے زمین والوں پر مامون سمجھتا ہے اور تم مامون نہیں سمجھتے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین، حدیث (۳۱۳۸)، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتھم ۲/۷۴۰، حدیث (۱۰۶۳)۔

پھر آپ نے فرمایا:

”إن من ضئضئ هذا [1] قوماً يقرأون القرآن لا يجاوز حناجرهم [2] يقتلون أهل الاسلام، ويدعون أهل الأوثان، يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية [3]، لئن أدركتهم لأقتلنهم قتل عاد“ [4]۔

اس شخص کی نسل سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلے سے اوپر نہ جائے گا، وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے، اسلام سے اسی طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل کر پار ہو جاتا ہے، اگر میں انہیں پاؤں گا تو قوم عاد کی طرح قتل کروں گا۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

---

① ”من ضئضئ هذا“ یعنی اس کی اصل سے، ”ضئضئ“ کسی چیز کی اصل کو کہا جاتا ہے، شرح نووی، ۱۶۸/۷۔

② ”لا يجاوز حناجرهم“ یعنی ان کے دل کچھ بھی نہ سمجھیں گے، نہ ان کو اس تلاوت سے کوئی فائدہ ہوگا' انہیں محض منہ گلے اور حلق کے ذریعہ حروف کی ادائیگی کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہ ہوگا، اور کہا گیا ہے کہ ان کا کوئی عمل اور تلاوت نہ چڑھے گی اور نہ قبول ہوگی، شرح نووی، ۱۶۵/۵۔

③ ”یمرقون من الاسلام“ اور ایک روایت میں ”الدین“ کا لفظ ہے: معنی یہ ہے جس طرح تیر شکار میں پیوست ہو کر دوسری طرف پار ہو جاتا ہے اس میں کوئی چیز نہیں لگتی' اسی طرح یہ دین اسلام سے نکل گئے ہوں گے، اور ”الرمیۃ“ تیر زد شکار کو کہتے ہیں، دیکھئے: شرح نووی بر صحیح مسلم، ۱۶۶/۷۔

④ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿والى عاد أخاهم هوداً﴾ حدیث (۳۳۴۴)، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتھم ۲/۷۴۱، حدیث (۱۰۶۴)۔

”يخرج فيكم قوم تحقرون صلاتكم مع صلاتهم، وصيامكم مع صيامهم، وعملكم مع عملهم، ويقرأون القرآن لا يجاوز حناجرهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية“ [1]۔

تمہارے درمیان سے کچھ ایسے لوگ نکلیں گے جن کی نمازوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو، ان کے روزوں کے بالمقابل اپنے روزوں کو اور ان کے عمل کے بالمقابل اپنے عمل کو حقیر اور کمتر سمجھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے گلے سے تجاوز نہ کرے گا، وہ دین سے ایسے ہی نکل گئے ہوں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”سيخرج في آخر الزمان قوم أحداث الأسنان، سفهاء الأحلام [2] يقولون من خير قول البرية [3] يقرأون القرآن لا يجاوز حناجرهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية، فإذا لقيتموهم

---

① صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب من رایا بقراءۃ القرآن او تاکل بہ او فخر بہ، حدیث (۵۰۵۸) وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتھم ۲/۷۴۰، حدیث (۱۰۶۴)۔

② یعنی نئی عمر اور کم عقل والے ہوں گے، شرح امام نووی، ۷/۱۷۵۔

③ مفہوم یہ ہے کہ وہ بظاہر ایسے ہوں گے، مثلاً وہ کہیں گے کہ ”فیصلہ صرف اللہ کا حق ہے“ وغیرہ جس سے معلوم ہوگا کہ وہ کتاب اللہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں، واللہ اعلم، شرح نووی، ۷/۱۷۵۔

فاقتلوهم؛ فإن في قتلهم أجراً لمن قتلهم عند الله يوم القيامة" [1]۔

آخری زمانہ میں کچھ ایسے کم عمر اور بے وقوف لوگ نکلیں گے جو (بظاہر) دنیا کی سب سے عمدہ اور بہتر بات بولیں گے، قرآن پڑھیں گے جوان کے گلے سے اوپر نہ جائے گا، وہ دین اسلام سے ایسے ہی نکل گئے ہوں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، جب تم ان سے ملو تو انہیں قتل کردو، کیونکہ انہیں قتل کرنے والوں کے لئے اللہ کے یہاں قیامت کے دن بہت بڑا اجر ہوگا۔

---

(1) صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب من رایا بقراءۃ القرآن، حدیث (۵۰۵۷)، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲/۷۴۶، حدیث (۱۰۶۶)۔

دوسری فصل: تکفیر کے چند اصول

تکفیر کے کچھ بنیادی اصول ہیں جنہیں ملحوظ رکھنا ضروری ہے، ان میں سے بعض اصول حسب ذیل ہیں:

(۱) سنت اور احادیث نبویہ ہی قرآنی احکام اور مومن وکافر، مشرک وموحد، نیک وبد، متقی وظالم، دوستی ودشمنی اور شریعت کے دیگر حدود کی شناخت کے لئے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حدود کی معرفت کے باب میں کتاب اللہ میں وارد نصوص کے معانی ومقاصد کی وضاحت کرنے والے ہیں، چنانچہ جس نے انہیں نظر انداز اور ضائع کر دیا اس نے اپنی ذات کے لئے علم وایمان اور قرآن کریم کے معانی کی معرفت کے دروازے بند کر لئے [①]۔

(۲) ایمان ایک اساس اور بنیاد ہے' اس کی مختلف شاخیں ہیں، ان میں سے ہر شاخ کا نام ایمان ہے، سب سے اونچی شاخ اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، اور سب سے ادنیٰ اور معمولی شاخ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے، چنانچہ ان میں سے کچھ شاخیں ایسی ہیں جن کے زوال سے اجماعی طور پر ایمان زائل ہو جاتا ہے، جیسے شہادتین کی شاخ، اور کچھ شاخیں ایسی ہیں جن کے زائل ہونے سے اجماعی طور پر' ایمان زائل نہیں ہوتا، جیسے راستہ سے تکلیف دہ چیز کا نہ ہٹانا، ان دونوں شاخوں کے درمیان متعدد شاخیں ہیں جن میں سے کچھ کلمۂ شہادت کی شاخ سے ملتی ہیں اور اس سے قریب تر ہیں، اور

① دیکھئے: اصول وضوابط فی التکفیر از علامہ عبد اللطیف بن عبد الرحمن آل شیخ، تحقیق عبد السلام بن برجس، ص ۳۱۔

کچھ شاخیں راستہ سے تکلیف دہ چیز کے ہٹانے کی شاخ سے ملتی ہیں اور اس سے قریب تر ہیں، ان تمام شاخوں کو برابر قرار دینا نصوص شریعت اور امت کے سلف صالحین اور ائمہ کے منہج کے خلاف ہے۔

اسی طرح کفر کی بھی اساس اور شاخیں ہیں، چنانچہ جس طرح ایمان کی شاخیں ایمان کہلاتی ہیں اسی طرح کفر کی شاخیں کفر کہلاتی ہیں، اور جس طرح تمام نیکیاں ایمان کی شاخیں ہیں اسی طرح تمام گناہ ومعاصی کفر کی شاخیں ہیں، ان دونوں کے درمیان نام اور احکام میں برابری نہیں کی جائے گی۔

اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے یا مصحف (قرآن کریم) کی توہین کرنے والے اور چور' زنا کار، یا شراب خور کے درمیان فرق ہے، چنانچہ اس طور پر کفر کی شاخوں کے درمیان برابری کرنے والا کتاب وسنت کا مخالف' سلف امت کے گام سے خارج اور اہل بدعت اور ہوا پرستوں کے زمرہ میں داخل ہے۔

(۳) ایمان قول وعمل سے مرکب ہے، یعنی دل وزبان کا اقرار' اور دل وزبان اور اعضاء وجوارح کا عمل، یہ چار چیزیں دین اسلام کی جامع ہیں:

۱- دل کا قول (اقرار): یعنی دل کی تصدیق، یقین اور اعتقاد۔

۲- زبان کا قول: یعنی شہادتین (کلمۂ شہادت): "لا الہ الا اللہ ' محمد رسول اللہ" (ﷺ) کی زبان سے ادائیگی اور اس کے لوازمات کا اقرار۔

۳- دل کا عمل: یعنی نیت، اخلاص، محبت، تابعداری، اللہ کی طرف کامل توجہ، اس پر توکل واعتماد اور اس کے لوازمات ومتعلقات۔

۴- زبان اور اعضاء و جوارح کا عمل: **زبان کا عمل** وہ چیزیں ہیں جو زبان کے بغیر ادا نہیں ہوسکتیں، جیسے تلاوت قرآن کریم، بقیہ اذکار و وظائف اور دعاء و استغفار وغیرہ۔اور **اعضاء و جوارح کا عمل** وہ چیزیں ہیں جن کی ادائیگی اعضاء و جوارح سے ہی ممکن ہے، جیسے قیام، رکوع، سجدہ اور اللہ کی مرضی میں چلنا پھرنا، جیسے مساجد، حج، جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ کے لئے آمد و رفت... [1]۔

چنانچہ جب دل کی تصدیق، اس کا اطمینان و رضامندی اور اللہ سے اس کی محبت زائل ہوگی تو ایمان بھی زائل ہو جائے گا۔

اور اگر اعضاء و جوارح کا کوئی عمل زائل ہو جائے تو اہل سنت و جماعت کے یہاں اس میں تفصیل ہے، اور اس کے دلائل اپنی جگہ مذکور ہیں [2]۔

(۴) کفر کی دو قسمیں ہیں: ایک کفر اکبر (بڑا کفر) جیسے اللہ کے ساتھ شرک کرنا یا جن چیزوں کی اس نے خبر دی ہے اس کا انکار کرنا یا اللہ یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دینا (یا برا بھلا کہنا)، یہ چیز ہر طرح سے ایمان کے منافی ہے، دوسرا کفر اصغر (چھوٹا کفر) جس کا مرتکب ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا، جیسے وہ گناہ و معاصی جو کفر اکبر سے کمتر ہیں [3]۔

عنقریب ان تمام چیزوں کی تفصیل اور اس بات کا بیان آئے گا کہ کفر، نفاق، شرک، ظلم، فسق اور بدعت وغیرہ سب کی دو قسمیں ہیں:

---

① دیکھئے: اصول وضوابط فی التکفیر، ص۳۴، ومعارج القبول بشرح سلم الوصول الی علم الاصول فی التوحید، للشیخ حافظ الحکمی رحمہ اللہ، ۲/ ۵۸۸تا۵۹۱۔

② دیکھئے: اصول وضوابط فی التکفیر، ص۳۵۔

③ دیکھئے: اصول وضوابط فی التکفیر، ص۳۶تا۴۵۔

اکبر اور اصغر [1]۔

(۵) جس طرح سائنس یا طب یا فقہ کے محض کسی ایک گوشہ کی معرفت رکھنے سے لازم نہیں آتا کہ (ایسے شخص کو) سائنس داں یا طبیب یا فقیہ کہا جائے، اسی طرح بندے کے ایمان کے شعبوں میں سے کسی شعبہ کے اپنانے سے لازم نہیں آتا کہ اسے مومن کہا جائے نہ ہی کفر کے کسی شعبہ میں ملوث ہونے سے لازم آتا ہے کہ اسے کافر کہا جائے گرچہ انجام دیا جانے والا عمل کفر ہی کیوں نہ ہو، ہاں البتہ فی نفسہ اس شعبہ کو کفر کہا جائے گا، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہے:

"اثنتان هما بهم كفر: الطعن في النسب والنياحة على الميت" [2]۔

میری امت میں دو چیزیں کفر یہ ہیں: نسب میں طعنہ زنی اور میت پر نوحہ خوانی۔

لیکن چونکہ یہ کفر (اصلی یا اکبر) سے کمتر کفر ہے اس لئے اسے مطلق کفر نہیں کہا جائے گا، جس نے یہ بات سمجھ لی اس نے سلف صالحین کی فقہ، ان کے علم کی گہرائی اور ان کے قلت تکلف کو جان لیا، اسی لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

"من كان متأسيا فليتأس بأصحاب رسول الله ﷺ، فإنهم أبر هذه الأمة قلوباً، وأعمقها علماً، وأقلها تكلفاً، قوم اختارهم الله لصحبة نبيه، فاعرفوا لهم حقهم؛ فإنهم كانوا على الهدى المستقيم" [3]۔

---

[1] دیکھئے: اس کتاب کا ص ۱۴۳ و ۱۴۸، نیز اصول وضوابط فی التکفیر، ص ۲۰۔

[2] صحیح مسلم، ۱/۸۲، حدیث (۶۷)۔

[3] دیکھئے: اصول وضوابط فی التکفیر لعبد اللطیف آل الشیخ، ص ۴۶۔

جو آئیڈیل بنانا چاہے اسے چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام کو آئیڈیل اور نمونہ بنائے، کیونکہ وہ اس امت میں سب سے زیادہ نیک اور پاکیزہ دل والے، سب سے گہرے علم والے اور سب سے کم تکلف کرنے والے تھے، وہ ایسی معزز ہستیاں تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت کے لئے منتخب فرمایا تھا، لہٰذا ان کا حق پہچانو کیونکہ وہ راہ راست پر گامزن تھے۔

تیسری فصل: تکفیر کے ضوابط

تکفیر کے کچھ ضوابط ہیں جن کی معرفت ضروری ہے، بعض ضوابط درذیل ہیں:

(۱) **ظاہری حالت پر حکم لگانا:** کیونکہ اہل سنت وجماعت کے احکام وہم وگمان اور شکوک وشبہات پر مبنی نہیں ہوتے، اسی لئے اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو "لا الہ الا اللہ" کہنے کے بعد قتل کردیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: "**أقال لا إله إلا الله وقتلته**"؟، کیا لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود تم نے اسے قتل کردیا؟ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس نے ہتھیار کے خوف سے لا الہ الا اللہ کہا تھا، آپ نے فرمایا: "**أفلا شققت عن قلبه حتى تعلم أقالها أم لا**"؟، تو تم نے اس کا دل چاک کر کے دیکھا کیوں نہیں کہ کیا اس نے لا الہ الا اللہ واقعی کہا ہے یا نہیں؟ اللہ کے نبی ﷺ مسلسل یہ سوال مجھ سے دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج مسلمان ہوا ہوتا [1]۔

اس حدیث میں فقہ واصول کے معروف قاعدہ "**احکام میں ظاہری حالت پر عمل کیا جائے گا اور باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے**" کی دلیل ہے [2]۔

(۲) **شخص معین کی تکفیر میں احتیاط کرنا:** کیونکہ اہل سنت وجماعت کا مذہب ان دوگروہوں کے عقیدہ کے مابین ہے جن میں سے ایک اس بات کا قائل ہے کہ "ہم اہل

---

① صحیح مسلم، ۱/۹۷۔

② شرح امام نووی، ۲/۴۶۶۔

قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے'' اور دوسرا گروہ شروط تکفیر کے وجود اور اس کے موانع کے عدم وجود سے صرف نظر کرتے ہوئے مسلمان کو ہر گناہ کی پاداش میں کافر قرار دیتا ہے، چانچہ اہل سنت کہتے ہیں: کہ جس نے دین اسلام کے کسی بھی بدیہی طور پر معلوم حرام امر کو حلال سمجھا اس نے کفر کیا، اور جس نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے یا آخرت میں اللہ عزوجل کا دیدار نہ ہوگا' اس نے کفر کیا، لیکن جس شخص نے کفر یہ کلمہ کہا یا کفر یہ عمل انجام دیا اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا یہاں تک کہ کفر کے سارے شرائط پائے جائیں اور اس کے لئے کوئی چیز مانع نہ ہو[1]، چنانچہ جب شرائط پائے جائیں گے اور موانع نہ ہوں گے تو اس پر ارتداد کا حکم لگایا جائے گا، اور اس سے توبہ کرائی جائے گی، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا[2]۔

(۳) جن چیزوں سے حجت قائم ہوتی ہے: سلف صالحین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معین شخص پر قیام حجت کے بعد ہی کفر کا حکم لگایا جائے گا، لہٰذا اس بات کی معرفت ضروری ہے کہ کن چیزوں سے حجت قائم ہوتی ہے؟ حجت پہنچنے اور اس کے سمجھنے میں کیا فرق ہے؟ اور اس کے دلائل کیا ہیں؟ اس کے لئے تفصیل اور طالب علم کی جانب سے گہری توجہ درکار ہے، یہاں اس کے ذکر کی گنجائش نہیں[3]۔

---

① دیکھئے: مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ۳۵/ ۱۶۵، ونواقض الایمان الاعتقادیہ وضوابط التکفیر عند السلف، للدکتور محمد بن عبداللہ الوہیبی، ۱/ ۲۰۹، ونواقض الایمان القولیہ والعملیہ، للدکتور عبدالعزیز آل عبداللطیف، ص ۵۲۔

② تفصیل نواقض الایمان الاعتقادیہ للوہیبی، میں دیکھئے: ۱/ ۲۰۹ تا ۲۱۷۔

③ مدلل تفصیل کے لئے رجوع کیجئے: مرجع سابق ۱/ ۲۱۸، نیز دیکھئے: نواقض الایمان القولیہ والعملیہ، لعبدالعزیز آل عبداللطیف، ص ۵۵ تا ۷۰۔

(۴) ہر گناہ سے تکفیر نہ کرنا: اسی لئے امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ولا نکفر أحداً من أهل القبلة بذنب مالم يستحله" یعنی ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو کسی گناہ کی بناپر کافر نہیں قرار دیتے جب تک کہ وہ اسے حلال نہ سمجھے، مطلب یہ ہے کہ وہ ہر گناہ سے کافر نہیں ہوگا، چنانچہ اہل سنت اللہ عزوجل اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے موحد مسلمان کو کسی گناہ مثلاً زنا، شراب خوری اور والدین کی نافرمانی وغیرہ کے ارتکاب کے سبب کافر نہیں قرار دیتے جب تک کہ وہ اسے حلال نہ سمجھے' ہاں اگر اسے حلال سمجھے تو وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ ایسی صورت میں وہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلانے اور اس کے دین سے خروج کرنے والا ہوگا، لیکن اگر وہ اسے حلال نہ سمجھے تو کافر نہ ہوگا بلکہ کمزور ایمان والا قرار پائے گا اور اس سے سرزد گناہوں کا حکم تفسیق اور حدود قائم کرنے وغیرہ میں شریعت مطہرہ میں وارد دلائل کے مطابق ہوگا [1]۔

☆☆☆

[1] شرح العقیدۃ الطحاویہ، بتعلیق علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ، ص ۱۶، نیز دیکھئے: نواقض الایمان الاعتقادیہ للوہیبی، ۱/ ۲۲۱۔

چوتھی فصل: تکفیر سے مانع امور

کچھ چیزیں تکفیر سے مانع ہوتی ہیں جنہیں سمجھنا ضروری ہے، ان میں سے چند امور حسب ذیل ہیں:

(۱) جہالت ولا علمی:

جہالت کے عذر کی کئی حالتیں ہیں، کیونکہ یہ عذر اوقات اور مقامات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور لوگ بھی مختلف ہوتے ہیں؛ چنانچہ کچھ لوگوں پر حجت قائم ہوچکی ہوتی اور کچھ لوگوں پر حجت قائم نہیں ہوتی ہے، بایں اعتبار کہ مثلاً وہ شخص نومسلم ہے، یا تمدن سے دور خانہ بدوشی میں اس کی پرورش ہوئی ہے، اسی طرح جہالت کا عذر اس ناحیہ سے بھی مختلف ہوتا ہے کہ آیا وہ دین اسلام کی کسی بدیہی طور پر معلوم امر سے جہالت ہے یا اس سے کمتر شے سے، چنانچہ یہ مطلب نہیں ہے کہ جہالت ولاعلمی کے دعویدار ہر شخص کا عذر قابل قبول ہے، کیونکہ کچھ علم ایسے بھی ہیں جسے ایک بالغ صحیح العقل مسلمان کے ناجاننے کی کوئی گنجائش نہیں؛ جیسے پنجوقتہ نمازیں اور یہ کہ بندوں پر اللہ کے لئے ماہ رمضان کے روزے، حج بیت اللہ کی استطاعت ہونے پر حج اور اپنے مال میں زکاۃ کی فرضیت، نیز یہ کہ اللہ تعالی نے اس پر زنا، قتل، چوری، شراب اور اس قسم کی دیگر حرکتیں حرام قرار دی ہیں، مقصود یہ ہے کہ جہالت کے عذر کے لئے تفصیل، توجہ اور دقیق فہم درکار ہے، جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں [1]۔

---

(1) تفصیل کے لئے رجوع کیجئے: نواقض الایمان القولیہ والعملیہ، للدکتور عبد العزیز آل عبد اللطیف، ==

(۲) خطا (غلطی) :

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ﴾ [1]۔

تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں' البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن الله تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه" [2]۔

اللہ تعالی نے میری امت سے غلطی، بھول چوک اور ان چیزوں کو معاف کر دیا ہے جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔

لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ اس کے کچھ شرائط وضوابط ہیں جو اہل علم کے یہاں معروف

== ص ۵۹ تا ۷۰، ونواقض الایمان الاعتقادیہ وضوابط التکفیر عند السلف، للدکتور محمد بن عبد اللہ الوہیبی، ۱/ ۲۲۵ تا ۳۰۲، اس بارے میں عبد الرزاق معاش کا "**الجهل بمسائل الاعتقاد وحكمه**" نامی ایک بہت ہی عمدہ رسالہ ہے، جو کہ امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی ریاض میں علامہ محمد بن ناصر البراک کی زیر نگرانی ایم اے کی ڈگری کے لئے لکھا گیا ہے۔

[1] سورۃ الاحزاب: ۵۔

[2] سنن ابن ماجہ، ۱/ ۶۵۹، حدیث (۲۰۴۳)، بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ، نیز امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: "**ان الله وضع عن أمتي ..**"، وسنن بیہقی، ۷/ ۳۵۶، علامہ البانی نے اسے صحیح ابن ماجہ (۱/ ۳۴۷، ۳۴۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔

ہیں، یہاں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں[1]۔

(۳) جبر واکراہ (زور زبردستی):

مذکورہ حدیث کی روشنی میں نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالإِيمَانِ وَلَـٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْراً فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾[2]۔

جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کی جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو، مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

اور جبر واکراہ کی کئی قسمیں اور شرائط وضوابط ہیں جو علماء کے یہاں معروف ہیں، یہ اس کے ذکر کا محل نہیں[3]۔

(۴) تاویل:

یہاں تاویل سے مراد بلا قصد وارادہ کفر میں پڑنے اور ملوث ہوجانے کے ہیں جس کا سبب عمداً وقصداً مخالفت کے بغیر شرعی دلائل کا ناقص فہم ہو، بلکہ یہ عقیدہ ہو کہ وہ حق پر ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تکفیر (ایک طرح کی) وعید ہے، کیونکہ

---

① دیکھیے: نواقض الایمان الاعتقادیہ لمحمد الوہیبی، ۱/۳۰۲ تا ۳۱۳۔

② سورۃ النحل: ۱۰۶۔

③ تفصیل نواقض الایمان الاعتقادیہ للوہیبی، میں ملاحظہ فرمائیں: ۲/۵ تا ۲۰۔

اگر چہ قول نبی کریم ﷺ کے فرمان کی تکذیب ہولیکن بسا اوقات انسان نومسلم ہوتا ہے یا دور صحرا میں اس کی پرورش ہوئی ہوتی ہے، تو ایسے شخص کو اس کے انکار کے سبب کافر نہیں قرار دیا جائے گا، یہاں تک کہ اس پر حجت قائم ہوجائے، اور کبھی انسان نصوص نہیں سنا ہوتا ہے، یا سنا ہوتا ہے لیکن اس کے نزدیک وہ ثابت (صحیح) نہیں ہوتے ہیں یا کوئی دوسری نص اس کے معارض ہوتی ہے جو تاویل کی موجب ہوتی ہے اگر چہ وہ ان تمام امور میں خطا کار ہو" [1]۔

لیکن جس تاویل کرنے والے کو معذور سمجھا جائے گا اس کے کچھ حدود اور شروط وضوابط ہیں جنہیں علماء جانتے ہیں، یہاں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں [2]۔

(۵) **تقلید:**

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جماہیر امت کا مذہب یہ ہے کہ عمومی طور پر اجتہاد جائز ہے اور عمومی طور تقلید بھی جائز ہے' وہ ہر شخص پر اجتہاد کو ضروری قرار دیکر تقلید کو حرام نہیں کہتے ہیں اور نہ ہر شخص پر تقلید کو واجب قرار دیکر اجتہاد ہی کو حرام کہتے ہیں، نیز وہ یہ کہتے ہیں کہ جسے اجتہاد کی قدرت ہو اس کے لئے اجتہاد جائز ہے اور جو اجتہاد سے عاجز ہو اس کے لئے تقلید جائز ہے، اب رہا اس شخص کا مسئلہ جو اجتہاد پر قادر ہو' کیا اس کے لئے تقلید جائز ہے؟ اس میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ جب اجتہاد سے عاجز ہو خواہ دلائل کی کثرت کے سبب یا وقت کی تنگی کے سبب یا دلیل ظاہر نہ ہونے کے سبب تو

---

① مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ۳/۲۳۱، نیز دیکھئے: ۲/۲۶۳ تا ۲۶۸، و ۳/۲۸۲، ۱۲/۵۲۳۔

② تفصیل کے لئے دیکھیں: نواقض الایمان القولیہ والعملیہ ، للدکتور عبد العزیز آل عبد اللطیف، ص ۷۵ تا ۸۴، ونواقض الایمان الاعتقادیہ وضوابط التکفیر عند السلف ، للدکتور محمد بن عبد اللہ الوہیبی ۲/۲۰ تا ۳۸۔

تقلید جائز ہے، چنانچہ عاجزی کے وقت ہر وہ چیز اس سے ساقط ہو جائے گی جس سے وہ عاجز ہوگا اور وہ اس کے بدیل کی طرف منتقل ہو جائے گا، اور وہ تقلید ہے، جس طرح پانی سے پاکی کے حصول سے عاجز شخص کا حکم (تیمّم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے)، اسی طرح سے اگر عام شخص کو (بھی) بعض مسائل میں اجتہاد کرنا ممکن ہو تو اس کے لئے اجتہاد کرنا جائز ہے، کیونکہ اجتہاد ایک جزویت اور تقسیم قبول کرنے والا منصب ہے، چنانچہ قدرت اور عاجزی (یعنی عدم قدرت) کا اعتبار ہے'' [1]۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی گفتگو سے ظاہر ہوا کہ تقلیداً کفر میں ملوث ہونے والے کو معذور سمجھا جائے گا اگر وہ جاہل ہو اسے کوئی علم وبصیرت نہ ہو، یہاں تک کہ اس پر حجت قائم ہو جائے [2]۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''رہے وہ اہل بدعت جو مسلمانوں کے موافق ہیں لیکن بعض اصول میں ان کے مخالف ہیں' تو ان کی کئی قسمیں ہیں: ان میں ایک وہ جاہل مقلد ہے جو علم وبصیرت سے عاری ہے ایسا شخص اگر علم وہدایت سیکھنے پر قادر نہ ہو تو نہ اسے کافر کہا جائے گا نہ فاسق' اور نہ ہی اس کی شہادت رد کی جائے گی' اور اس کا حکم ان کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کی طرح ہوگا جنہیں نہ تو کسی چارۂ کار کی طاقت اور نہ کسی راستے کا علم ہے، بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر کرے' اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور

---

① فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۰/۲۰۳ تا ۲۰۴، نیز دیکھئے: اضواء البیان للشنقیطی، ۷/۴۸۷ تا ۴۸۹، ونواقض الایمان الاعتقادیہ وضوابط التکفیر عند السلف، للدکتور محمد بن عبداللہ الوہیبی ۲/۴۱ تا ۴۳۔

② دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ ۲/۱۰۶، ۱۰۷، ۲/۱۳۱ تا ۱۳۳، ۳۷۸، ۲۰/۳۲ تا ۳۳، ۲۳/۳۴۹، ۱۹/۲۶۱۔

معاف فرمانے والا ہے"[1]۔

تقلید درحقیقت ایسے شخص کی بات کی اتباع کا نام ہے جس کی بات حجت نہیں' خلاصہ کلام یہ ہے کہ تقلید کے عذر کے کچھ شرائط وضوابط ہیں جنہیں ازبر کرنا ضروری ہے، جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں، اوراللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے[2]۔

---

① الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیہ، لابن القیم رحمہ اللہ، ص ۱۷۴۔

② تفصیل کے لئے دیکھئے: نواقض الایمان الاعتقادیہ وضوابط التکفیر عند السلف، للدکتور محمد بن عبداللہ الوہیبی، ۳۹/۲تا۵۱۔

پانچویں فصل: تکفیر کی خطرناکی

سب سے پہلے ہمیں یہ اصول سمجھ لینا چاہئے کہ کسی بھی شخص پر کفر کا حکم لگانا بڑا سنگین امر ہے کیونکہ اس پر بڑے ہی خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان میں سے چند اثرات حسب ذیل ہیں:

۱- اس کی بیوی کے لئے اس کے ساتھ رہنا جائز نہیں رہ جائے گا بلکہ ان دونوں کے درمیان جدائی پیدا کرنا ضروری ہوگا کیونکہ یقینی اجماع کی بنیاد پر کسی مسلمان خاتون کا کسی کافر مرد کی بیوی بننا جائز نہیں۔

۲- اس کے بچوں کا اس کے ماتحت رہنا جائز نہیں رہ جائے گا کیونکہ ان کے تعلق سے اس شخص پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا' بلکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ اپنے کفر سے انہیں بھی متاثر کر دے، خاص طور پر جب کہ وہ ابھی تر وتازہ پودے کی مانند ہوں، اور یہ بچے پورے اسلامی معاشرہ کی امانت ہیں۔

۳- وہ شخص اپنے صریح کفر اور کھلے ارتداد کے ذریعہ معاشرہ کے خلاف بغاوت کرنے کے سبب اسلامی معاشرہ کی جانب سے نصرت اور دوستی کے حق سے محروم ہو جائے گا، لہٰذا واجب ہوگا کہ اس کا بائیکاٹ کیا جائے اور سوسائٹی کی جانب سے اس پر تادیبی پابندی عائد کی جائے یہاں تک کہ وہ ہوش کے ناخن لے اور اپنی رشد وہدایت کی طرف پلٹے۔

۴- اس سے توبہ کرائے جانے' اس کے ذہن سے شبہات ختم کئے جانے اور اس پر حجت

قائم کئے جانے کے بعد ضروری ہو جائے گا کہ اسے اسلامی عدالت کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ عدالت اس پر مرتد کی حد نافذ کرے۔

۵- جب وہ مرے گا تو اس پر مسلمانوں کے احکام جاری نہیں کئے جائیں گے' چنانچہ نہ اسے غسل دیا جائے گا' نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی' نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی اس کا وارث ہوگا' اسی طرح اگر اس سے پہلے کوئی اسے وارث بنانے والا شخص بھی مرتا تو اسے اس کی وراثت نہ ملتی۔

۶- جب وہ اس (کفر کی) حالت میں مرے گا تو اللہ کی لعنت' اس کی رحمت سے دوری اور ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہنے کا مستحق ہوگا۔

یہ خطرناک احکام اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ جو اللہ کی مخلوق پر کفر کا حکم لگانا چاہتا ہو وہ حکم لگانے سے پہلے بارہا خوب سوچ سمجھ لے[1]۔

۷- اس شخص کے لئے نہ دعاء رحمت کی جائے گی اور نہ ہی استغفار کیا جائے گا، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾[2]۔

نبی اور دوسرے مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں' اس امر کے ظاہر ہونے کے بعد کہ یہ لوگ جہنمی ہیں۔

---

① ظاہرۃ الغلو فی التکفیر، ص۲۳، از ڈاکٹر یوسف قرضاوی، طبع دار الجہاد و دار الاعتصام۔

② سورۃ التوبہ: ۱۱۳۔

شیخ عبدالرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کفر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق ہے لہذا کافر وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول کافر قرار دیں'' ①۔

① ارشاد اولی البصائر والالباب لنیل الفقہ باقرب الطرق وایسر الاسباب، ص۱۹۸۔

چھٹی فصل: بعض تعریفات ومفاہیم

۱-کفر	۲-شرک	۳- الحاد
۴-نفاق	۵-زندقہ	٦-بدعت

(ا) **کفر**: (کَ پر زبر کے ساتھ) کے معنیٰ چھپانے اور ڈھانپنے کے ہیں، جب کسان بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے تو کہا جاتا ہے: "**كفر الزارع البذر في الأرض**" اور "کُفْر" (کَ پر پیش کے ساتھ) ایمان کی ضد ہے، اور "**كفر نعمة الله وبها كفوراً وكفراناً**" کے معنیٰ ہیں کہ فلاں نے اللہ کی نعمت کا انکار کیا اور اسے فراموش کر دیا (یعنی اس کی ناشکری کی) اور "**كافر حقه**" کے معنیٰ ہیں کہ فلاں نے فلاں کے حق کا انکار کر دیا، اور معظم کے وزن پر "مکفَّر" اس شخص کو کہتے ہیں جس کے احسان وکرم کے باوجود اس کی نعمت کا انکار کر دیا گیا ہو، اور "کافر" کے معنیٰ اللہ کی نعمت کا انکار کر دینے والے کے ہیں [1]۔

چنانچہ "کفر" کا معنیٰ پردہ ڈالنے اور حق کا انکار کرنے کے ہیں، اور "کافر" مسلم کی ضد ہے، اور "مرتد" اس شخص کو کہتے ہیں جو اسلام لانے کے بعد کسی قول، یا فعل، یا اعتقاد، یا شک کے ذریعہ کفر کرے، اور کفر کی ایسی تعریف جو اس کی تمام جنسوں، قسموں اور افراد کو شامل ہو یہ ہے: رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی (تمام) یا ان میں سے بعض چیزوں کا انکار کرنا، جیسا کہ ایمان: رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تمام چیزوں کا اجمالی وتفصیلی طور پر عقیدہ رکھنے، اس کی

---

(1) القاموس المحیط، فصل کاف، باب راء، والمعجم الوسیط، ص ۷۹۱۔

پابندی کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا نام ہے [1]، اور کفر قرآن کریم میں ذکر کیا جانے والا سب سے بڑا گناہ ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [2]۔

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے سب برابر ہے، آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لا سکتے۔

یہ (کفر) مطلق طور پر سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے، کفر سے بڑھ کر کوئی گناہ کبیرہ نہیں [3]، اور کفر کی دو قسمیں ہیں:

(الف) وہ کفر جو انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے، وہ ''کفر اکبر'' (سب سے بڑا کفر) ہے۔

(ب) وہ کفر جو ملت سے خارج نہیں کرتا، یہ ''کفر اصغر'' (چھوٹا کفر)، یا بڑے کفر [4] سے کمتر کفر ہے [5]۔

(۲) **شرک**: "شرك" اور "شركت" دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں، اشترك ،

---

[1] ارشاد اولی البصائر والالباب لنیل الفقہ باقرب الطرق وایسر الاسباب، از علامہ سعدی رحمہ اللہ، ص ۱۹۱۔

[2] سورۃ البقرہ: ۶۔

[3] الکلمات النافعۃ فی المکفرات الواقعۃ، ص ۵۔

[4] مجموعہ توحید، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ وشیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ، ص ۶۔

[5] ان شاء اللہ اس کا بیان کفر کے اقسام پر گفتگو کے وقت آئے گا، دیکھئے: اس کتاب کا ص: (۱۲۹)۔

تشارك اور شارك اس کے مشتقات میں سے ہے "أشرك بالله" کا مفہوم ہے اللہ کے ساتھ کفر کیا، لہٰذا وہ مشرک یا مشرکی قرار پایا، اور دونوں الفاظ سے اسم "شــــرك" ہی آتا ہے، اور "رغبنا في شرككم" کا مفہوم ہے ہم نے تمہارے نسب میں شریک ہونے کی خواہش کی [1]۔

اور "أشرك بالله" کا معنیٰ ہے اللہ کی بادشاہت یا اس کی عبادت میں اس کا شریک بنایا، لہٰذا "شرک" کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ اللہ کا کوئی شریک ٹھہرائیں جب کہ اس نے آپ کو تنہا پیدا کیا ہے، شرک سب سے بڑا گناہ ہے، نیز شرک اعمال کو ضائع و برباد کرنے والا اور ثواب سے محروم کرنے والا ہے، چنانچہ جس کسی نے محبت، عبادت یا تعظیم میں اللہ کے علاوہ کو اللہ کے برابر قرار دیا یا ملت ابراہیمی کے مخالف نقوش اور مبادی کی پیروی کی وہ مشرک ہے [2]۔

شرک کی دو قسمیں ہیں:

۱- شرک اکبر: جو انسان کو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔

۲- شرک اصغر: جو انسان کو ملت سے خارج نہیں کرتا [3]۔

(۳) **الحاد**: "الحاد، لحود، ولحد القبر" منع کے وزن پر ہے، اور "ألحد" کے معنی لحد بنانے کے ہیں، ألحد الميت کا معنیٰ ہے میت کو دفن کیا اور ألحد اليه کا معنیٰ ہے اس کی طرف مائل ہوا جیسا کہ التحد کا مفہوم ہے، نیز "ألحد" کے معنیٰ مائل

---

[1] القاموس المحیط فصل شین، باب کاف، والمعجم الوسیط، ص۴۸۰۔

[2] الاجوبۃ المفیدۃ لمھمات العقیدۃ لعبدالرحمٰن الدوسری، ص:۴۱۔

[3] شرک کے اقسام کی تفصیل اس کتاب کے ص (۱۳۴) میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہونے، مڑنے، جھگڑنے اور بحث ومباحثہ کرنے کے ہیں ①۔

واضح رہے کہ جدید ڈکشنریوں میں ''الحاد'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس کی تفسیر کفر سے کی گئی ہے، اور قرآن کریم میں ''لحد'' کے مادہ کا جو معنیٰ مفسرین نے سمجھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے دین سے مائل ہو کر درجۂ کفر تک پہنچ جانا ہے' نیز سورۂ حج میں الحاد کی تفسیر مفسرین نے حرم میں کسی بھی قسم کے گناہ سے کیا ہے' البتہ حرم میں کیے گئے گناہ کا موازنہ جب غیر حرم کے گناہ سے کیا جائے گا تو حرم کا گناہ شدید تر ہوگا ②۔

فضیلت مآب شیخ عبد الرحمٰن الدوسری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: '' الحاد مختلف عقائد اور (باطل) تاویلات کے ذریعہ حق سے مائل ہونے اور منحرف ہوجانے کے ہیں' اسی لئے بغلی قبر کو لحد کہا جاتا ہے کیونکہ وہ درمیانی حصہ سے کسی ایک جانب مائل ہوتی ہے، چنانچہ اسی بنیاد پر فاسد تاویل اور شک وشبہہ ظاہر کر کے اللہ کی راہ سے انحراف اور اس کے حکم سے سرتابی کرنے والے کو ملحد کہا جاتا ہے ...اور سب سے پہلے ملحد وہ مشرکین ہیں جنھوں نے اللہ کے ناموں سے اپنے معبودان باطلہ کے نام مشتق (اخذ) کئے' جیسے لات اور عزیٰ اور ''ال'' جو کہ الٰہ ہے ...پھر جس نے بھی اللہ عزوجل کے اسماء وصفات میں الحاد کیا اور انہیں ان کے ظاہری معانی سے پھیرا ...وہ ملحد ہے'' ③۔

(۴) **نفاق**: ''نفق'' زمین کے سرنگ کو کہتے ہیں جس میں دوسری جگہ سے شگاف

① القاموس المحیط، فصل لام، باب دال، والمعجم الوسیط، ص ۸۱۷۔

② جھود المفکرین المسلمین المحدثین فی مقاومۃ التیار الالحادی، ص ۲۱۔

③ الاجوبۃ المفیدۃ لمھمات العقیدۃ لعبد الرحمٰن الدوسری، ص ۴۰۔

ہو، ''تہذیب اللغہ'' میں ہے کہ جس میں دوسری جگہ سے نکلنے کا راستہ ہو۔

اور ''نفقۃ'' اور ''نافقاء'' گوہ اور جنگلی چوہے کے بل کو کہتے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ ''نفقۃ'' اور ''نافقاء'' جنگلی چوہے کے بل میں ایک جگہ ہوتی ہے جسے وہ نرم کرتا ہے، چنانچہ جب بل کے ایک سوراخ سے کوئی اس کی جانب آتا ہے تو وہ بل کی دوسری جانب نرم حصہ کو اپنے سر سے مار کر باہر نکل جاتا ہے، اور ''نفق الیربوع' (نفق زبر کے ساتھ) وانتفق ونفق'' کا معنیٰ ہے کہ جنگلی چوہا اپنی جگہ سے نکل گیا، اور ''نفّق الیربوع تنفیقاً ونافق'' کے معنیٰ ہیں اپنے نافقاء (سوراخ) میں داخل ہوا۔

دین اسلام میں منافقت کرنے والے کے معنیٰ میں مستعمل لفظ ''منافق'' اسی سے مشتق ہے، اور ''نِفاق'' (ن کے کسرہ کے ساتھ) منافق کے عمل کو کہتے ہیں۔ نفاق کے معنیٰ ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونے اور دوسری طرف سے اس سے نکل جانے کے ہیں[1]۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لتتبعن سنن الذین من قبلکم، شبراً بشبرٍ، وذراعاً بذراعٍ، حتی لو دخلوا في جحر ضبٍ لاتبعتموھم'' قلنا: یارسول اللہ، الیھود والنصاری؟ قال: ''فمن''؟[2]۔

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں کی پیروی کروگے، بالشت بہ

---

[1] النفاق وآثارہ ومفاھیمہ، تالیف الشیخ عبدالرحمٰن الدوسری ص: ۱۰۵، ۱۰۶۔

[2] صحیح مسلم، ۴/۲۰۵۴۔

بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے تو ان کی پیروی میں تم اس میں بھی داخل ہوگے، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہود ونصاریٰ کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اور کس کی؟''۔

نفاق کا شرعی مفہوم:

جیسا کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''نفاق کے معنیٰ خیر ظاہر کرنے اور شر چھپانے کے ہیں، اور اس کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) نفاق اعتقادی: اس کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔

(۲) نفاق عملی: یہ بڑے بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

ابن جریج فرماتے ہیں: ''منافق کے گفتار وکردار، ظاہر و باطن، مدخل ومخرج اور حاضر وغائب میں تضاد ہوا کرتا ہے'' [1]۔

نفاق کی دو قسمیں ہیں:

۱- نفاق اکبر: جو منافق کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

۲- نفاق اصغر: جو اسے ملت سے خارج نہیں کرتا [2]۔

(۵) زندقہ: ''زندیق'' (زاء کے کسرہ کے ساتھ) فرقۂ ثنویہ کے فرد یا نور و ظلمت کے قائل، یا ربوبیت اور یوم آخرت کے منکر، یا کفر چھپانے اور ایمان ظاہر کرنے

---

① تفسیر ابن کثیر ۱/ ۴۸، آیت کریمہ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ﴾ [البقرہ: ۸] کی تفسیر میں، نیز دیکھئے: تفسیر ابن جریر طبری ۱/ ۲۶۸ تا ۲۷۲۔

② نفاق کے اقسام کی تفصیل، اس کتاب کے ص (۱۴۸ تا ۱۵۲) میں ملاحظہ فرمائیں۔

والے کو کہتے ہیں[1]۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''فقہاء کی اصطلاح میں زندیق نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے منافق کو کہتے ہیں، وہ اس طرح کہ اسلام ظاہر کرے اور اسلام کے علاوہ کچھ (اور) چھپائے رکھے، چاہے کوئی دین چھپائے جیسے یہود ونصاریٰ وغیرہ کا دین، یا وہ منافق معطل (صفات الٰہی کا منکر) اور خالق کائنات' آخرت اور اعمال صالحہ کا منکر ہو۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ: زندیق صانع (خالق) اور صفات الٰہی کے منکر (معطل) کو کہتے ہیں، یہ نام (تعریف) بہت سے اہل کلام' عوام اور لوگوں کی باتیں نقل کرنے والوں کی اصطلاح میں ہے، لیکن وہ زندیق جس کے حکم کے سلسلہ میں فقہاء گفتگو کرتے ہیں وہ اول الذکر تعریف ہے، کیونکہ ان کا مقصود کافر وغیر کافر' مرتد وغیر مرتد اور اس کے ظاہر کرنے یا چھپانے والے کے درمیان فرق کرنا ہوتا ہے، اور اس حکم میں کفار ومرتدین کی تمام قسمیں' خواہ کفر وارتداد میں ان کے درجات مختلف ہی کیوں نہ ہوں' شامل ہیں، کیونکہ اللہ عزوجل نے جس طرح زیادتیٔ ایمان کی خبر دی ہے اسی طرح زیادتیٔ کفر کی بھی خبر دی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ﴾[2]۔

مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے۔

اسی طرح نماز یا اس کے علاوہ دیگر ارکان کا تارک' یا کبیرہ گناہوں کے مرتکبین (بھی)

---

① القاموس المحیط، فصل زای، باب قاف، ص ۱۱۵۱۔

② سورۃ التوبہ: ۳۷۔

اسی حکم میں شامل ہیں، جیسا کہ اللہ عزوجل نے آخرت میں بعض کافروں کے بمقابل بعض کو زیادہ عذاب دینے کی خبر دی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ﴾ [1]۔

جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انہیں عذاب پر عذاب بڑھاتے جائیں گے۔

یہ اس باب میں ایک بڑا اہم اور بنیادی مسئلہ ہے جس کی معرفت ضروری ہے "ایمان وکفر کے مسائل"، میں گفتگو کرنے والے بہت سے لوگوں نے اس باب کو مدنظر نہیں رکھا اور نہ ہی ظاہری و باطنی حکم کے درمیان تمیز کی جب کہ ظاہری و باطنی حکم کے درمیان فرق متواتر نصوص اور معروف اجماع کے ذریعہ ثابت ہے، (یہی نہیں) بلکہ یہ چیز دین اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے، جو شخص اس میں غور کرے گا اسے اس بات کا علم ہو جائے گا کہ اہل اہواء و بدعات میں بہت سارے لوگ کبھی مومن خطا کار اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں سے جاہل و بے خبر ہوتے ہیں، اور کبھی (واقعی) باطن کے خلاف ظاہر کرنے والے منافق اور زندیق ہوتے ہیں [2]۔

(۲) **بدعت**: بدعت کا لغوی مفہوم: بدعت عربی زبان میں دین کی تکمیل کے بعد اس میں کسی نئی چیز کے اضافہ کو کہتے ہیں، یا ہر اس من مانی قول یا عمل کو کہتے ہیں جس کو نبی

---

[1] سورۃ النحل: ۸۸۔

[2] فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۷/۴۷۱۔

کریم ﷺ کے بعد ایجاد کیا گیا ہو۔ [1] کہا جاتا ہے: ''ابتدعت الشيء'' میں نے فلاں شے ایجاد کی، جب کوئی قول یا عمل بلا کسی مثال سابق کے ایجاد کیا ہو [2]۔

الغرض ''بدع'' کا لفظ کسی چیز کے بلا کسی مثال سابق ایجاد کے لئے ہی بولا جاتا ہے، اور اسی سے ارشاد باری ﴿بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [3] بھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ بلا کسی مثال سابق کے آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے والا ہے [4]۔

شریعت کی اصطلاح میں اہل علم نے بدعت کی مختلف تعریفیں کی ہیں، جن میں سے بعض تعریفیں بعض کا تتمہ ہیں، چند تعریفیں درج ذیل ہیں:

الف۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''دین اسلام میں بدعت ہر اس امر کو کہتے ہیں جسے نہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہو، نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے، یعنی جس کی کوئی شرعی حیثیت نہ ہو، نہ واجب نہ مستحب'' [5]۔

اور بدعت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اقوال و عقائد میں۔ ۲۔ اعمال و عبادات میں۔

دوسری قسم پہلے کو شامل ہے اور پہلی قسم دوسرے کا باعث و محرک ہے [6]۔

---

[1] القاموس المحیط، باب عین، فصل دال، ص ۹۰۶، ولسان العرب، ۸/۶، وفتاویٰ ابن تیمیہ، ۳۵/۴۱۴۔

[2] معجم المقاییس فی اللغۃ لابن فارس، ص ۱۱۹۔

[3] سورۃ البقرہ: ۱۱۷، وسورۃ الانعام: ۱۰۱۔

[4] الاعتصام للشاطبی، ۱/۴۹۔

[5] فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۴/۱۰۷، ۱۰۸۔

[6] فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۲۲/۳۰۶۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کرام کے نزدیک اعمال دو قسم کے ہوتے ہیں۔

۱- عادات۔ ۲- عبادات۔

عبادات میں اصل یہ ہے کہ مشروع عبادت صرف وہی ہے جسے اللہ نے مشروع قرار دیا ہے، جبکہ عادات میں اصل یہ ہے کہ جن امور سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے ان کے علاوہ کسی بات سے منع نہ کیا جائے'' [1]۔

نیز فرماتے ہیں: ''بدعت وہ عقائد وعبادات ہیں جو کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کے خلاف ہوں، جیسے خوارج، روافض، قدریہ، جہمیہ وغیرہ کے اقوال، اسی طرح ان لوگوں کی عبادتیں جنھوں نے مسجدوں میں ناچنے، گانے، داڑھیاں منڈانے اور حشیشہ (بھنگ) پینے کو عبادت سمجھ رکھا ہے، یہ اور اس طرح کی دیگر وہ بہت سی عبادتیں بدعات کے قبیل سے ہیں جنھیں کتاب وسنت کے مخالفین عبادت سمجھ کر انجام دیتے ہیں، واللہ اعلم'' [2]۔

ب- امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بدعت دین اسلام میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بہ ظاہر شریعت کے مشابہ ہو، جس پر چل کر اللہ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو''۔

یہ تعریف ان لوگوں کی رائے کے مطابق ہے جو بدعت کو عبادات کے ساتھ خاص کرتے ہوئے عادات کو اس سے خارج سمجھتے ہیں، البتہ عاداتی امور کو بدعت میں شامل سمجھنے والوں کے نزدیک بدعت کی تعریف یوں ہے: ''بدعت دین اسلام میں ایجاد کردہ ہر وہ طریقہ ہے جو

---

① فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱۹۶/۴۔

② فتاویٰ ابن تیمیہ، ۳۴۶/۱۸، نیز دیکھئے: مرجع سابق، ۴۱۴/۳۵۔

بظاہر شریعت کے مشابہ ہو، جس پر چل کر وہی مقصود ہو جو شریعت سے مقصود ہوتا ہے'' ①۔

پھر امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی دوسری تعریف کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ عادات چونکہ عام امور زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے ان میں بدعت نہیں ہوتی، البتہ انھیں عبادت سمجھ کر انجام دیئے جانے، یا عبادت کے قائم مقام سمجھنے کے سبب ان میں بدعت داخل ہو جاتی ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ امام شاطبی رحمہ اللہ نے دونوں تعریفوں کے درمیان تطبیق دی ہے اور جن امور میں تعبد لازمی ہے، ان کی مثال خرید وفروخت، نکاح وطلاق، اجارہ داری اور جرائم وخصومات وغیرہ سے دی ہے، کیونکہ یہ امور کچھ ایسے شرعی شرائط وضوابط سے مقید ہیں جن میں مکلف کا کوئی اختیار نہیں ②۔

ج- حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ③ ''بدعت سے مراد وہ نو ایجاد کردہ امور ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو، رہے وہ امور جن کی اصل شریعت میں موجود ہے تو وہ شرعاً بدعت نہیں کہلائیں گے، گو لغوی اصطلاح میں بدعت ہیں، چنانچہ جس نے بھی کوئی ایسی چیز ایجاد کر کے دین کی طرف منسوب کی جس کی دین میں کوئی اصل نہیں تو وہ گمراہی ہے، اور دین اس سے بَری ہے، چاہے وہ اعتقادی مسائل ہوں، یا اعمال واقوال ہوں، خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

سلف صالحین سے کچھ بدعتوں کے استحسان کی جو بات منقول ہے ان سے لغوی معنیٰ میں

---

① الاعتصام لابی اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی، ۱/ ۵۰تا۵۶۔

② الاعتصام للشاطبی، ۲/ ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۹۴۔

③ جامع العلوم والحکم، ۲/ ۱۲۷، ۱۲۸، معمولی تصرف کے ساتھ۔

بدعت مراد ہے، نہ کہ شرعی اصطلاح میں، چنانچہ اسی قبیل سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول بھی ہے جب انھوں نے رمضان المبارک میں لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں باجماعت تراویح ادا کرنے کے لئے جمع کیا اور پھر لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں باجماعت تراویح ادا کرتے دیکھ کر فرمایا:

"نعمت البدعة هذه" ①۔

کتنی اچھی بدعت ہے یہ!۔

عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ تھا کہ یہ عمل اس شکل میں اس وقت سے پہلے انجام نہ دیا جاتا تھا، البتہ شریعت میں اس کے اصول ودلائل موجود تھے جن سے یہ مسئلہ مستنبط تھا، علی وجہ المثال چند دلائل حسب ذیل ہیں:

١- نبی کریم ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو قیام رمضان پر ابھارتے اور اس کی رغبت دلاتے تھے، اور صحابۂ کرام نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں مختلف جماعتوں میں اور انفرادی طور پر بھی قیام اللیل ادا کرتے تھے، اور خود آپ ﷺ نے بھی صحابۂ کرام کو کئی راتیں باجماعت قیام اللیل پڑھایا، اور پھر اس خوف سے رک گئے کہ کہیں امت پر قیام اللیل (تراویح) فرض نہ ہو جائے، اور لوگ اس کی ادائیگی نہ کرسکیں، اور یہ خوف نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد جاتا رہا ②۔

٢- نبی کریم ﷺ نے اپنے خلفائے راشدین کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا ہے، اور یہ

---

① دیکھئے: صحیح بخاری، حدیث (٢٠١٠)۔

② دیکھئے: صحیح بخاری، حدیث (٢٠١٢)۔

عمل خلفائے راشدین کی سنتوں میں سے ہے[1]۔

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

۱- بدعت مکفرہ: یہ وہ بدعت ہے جس کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

۲- بدعت مفسقہ: یہ وہ بدعت ہے جس کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا[2]۔

---

① جامع العلوم والحکم،۲/۱۲۹۔

② دیکھئے: الاعتصام للشاطبی،۲/۵۱۶، اور زیر نظر کتاب کا ص (۱۵۳تا۱۵۵)۔

دوسرا باب:

تکفیر کے باب میں اہل سنت وجماعت کا موقف

☆ **پہلی فصل:** اہل سنت کا موقف اور ان کی دلیل۔

پہلا مبحث: اہل سنت وجماعت کا موقف۔

دوسرا مبحث: ان کے موقف کی دلیل۔

☆ **دوسری فصل:** کفر کی قسمیں اور خطرناک تکفیری امور۔

پہلا مبحث: کفر کی قسمیں۔

پہلا مطلب: وہ کفر جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

دوسرا مطلب: وہ کفر جو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا۔

دوسرا مبحث: اسلام کو توڑنے اور اس میں نقص پیدا کرنے والے امور۔

پہلا مطلب: شریعت کی خلاف ورزیوں کی قسمیں۔

دوسرا مطلب: خطرناک اور بکثرت واقع ہونے والے نواقض اور تکفیری امور۔

تیسرا مطلب: نفاق کی قسمیں۔

چوتھا مطلب: قبروں کے پاس انجام دیجانے والی بدعات کی قسمیں۔

تیسرا مبحث: تکفیری امور کی بنیادیں۔

پہلی فصل: اہل سنت کا موقف اور ان کی دلیل

پہلا مبحث: اہل سنت وجماعت کا موقف۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات کے بعد اپنی امت کے تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جانے کی خبر دی ہے نیز آپ نے یہ بھی بتایا ہے کہ ان میں سے ایک فرقہ نجات پائے گا اور بقیہ فرقے جہنم رسید ہوں گے، چنانچہ آپ سے نجات یافتہ جماعت اور اس کی صفت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے بتایا کہ وہ لوگ وہ ہوں گے جو آپ اور آپ کے صحابۂ کرام کے نقش قدم پر گامزن ہوں گے، اور آج ہم امت کے فرقوں میں سے اہل سنت وجماعت کے علاوہ کسی اور کو نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے موافق نہیں پاتے [1]۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"افترقت اليهود على إحدى وسبعين فرقةً، فواحدة في الجنة وسبعون في النار، وافترقت النصارى على اثنتين وسبعين فرقةً، فإحدى وسبعون في النار، وواحدة في الجنة، والذي نفسي بيده لَتَفْتَرِقَنَّ أمتي على ثلاث وسبعين فرقةً، فواحدة في الجنة واثنتان وسبعون في النار" [2]۔

---

① الفرق بین الفرق لعبد القاہر بن طاہر البغدادی، ص ۳۱۸، قدرے تصرف کے ساتھ۔

② سنن ابوداود، ۴/ ۱۹۷، ومسند احمد، ۲/ ۳۳۲، وجامع ترمذی، ۵/ ۲۵، وسنن ابن ماجہ، ۲/ ۱۳۲۲، بروایت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، نیز دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر للالبانی، ۱/ ۳۵۷۔

یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے ایک جنتی ہے اور ستر جہنمی، اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے صرف ایک جنتی ہے اور اکہتر جہنمی، اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' یقیناً میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، اور بہتر فرقے جہنمی ہوں گے۔

اہل سنت و جماعت ہی اہل حق ہیں اور ان کے علاوہ بقیہ فرقے اہل بدعت ہیں، اہل سنت نسلاً بعد نسل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ان کے نہج پر گامزن چیدہ تابعین، پھر اصحاب الحدیث (محدثین) اور آج تک ان کے پیروکار فقہاء اور مشرق ومغرب میں منتشر ان کے عام متبعین رحمہم اللہ ہیں [1]۔

اہل سنت و جماعت اللہ کے اسماء حسنیٰ اس کی آیات اور صفات کے باب میں اہل تعطیل اور اہل تمثیل کے درمیان ہیں' اہل تعطیل وہ لوگ ہیں جو اللہ کے اسماء اور اس کی آیات میں الحاد سے کام لیتے ہیں اور اللہ نے اپنی ذات کو جن صفات سے متصف کیا ہے ان کے حقائق کی نفی کرتے ہیں' حتیٰ کہ انھوں نے اللہ کو معدوم اور مردوں کے مشابہ قرار دیا ہے' اور اہل تمثیل وہ لوگ ہیں جو اللہ کے لئے مثالیں بیان کرتے ہیں اور اسے اس کی مخلوقات سے تشبیہ دیتے ہیں' چنانچہ اہل سنت ان صفات پر ایمان رکھتے ہیں جن سے اللہ نے اپنی ذات کو متصف کیا ہے یا اس کے رسول نے اسے متصف کیا ہے، نہ کسی قسم کی تحریف کرتے ہیں، نہ نفی کرتے ہیں' نہ ہی کیفیت بیان کرتے ہیں اور نہ تمثیل سے کام لیتے ہیں، نیز اللہ کی تخلیق اور

---

① الفصل فی الملل والاھواء والنحل لابن حزم ۲/۱۱۳۔

امر کے باب میں اللہ کی قدرت کو جھٹلانے والوں اور اللہ کے دین کو خراب کرنے والوں کے درمیان ہیں، اللہ کے دین کو جھٹلانے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی قدرت کاملہ' مشیت عامہ اور اس کے ہر چیز کے خالق ہونے پر ایمان نہیں لاتے، اور اللہ کے دین کو خراب کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے بندوں سے کلی طور پر مشیت' قدرت اور عمل کی نفی کرتے ہیں اور امر' نہی' ثواب' اور عذاب وغیرہ کا انکار کرکے ان مشرکین کے مثل ہوجاتے ہیں جنھوں نے کہا تھا:

﴿لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ﴾ [1]۔

اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے آباواجداد اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔

چنانچہ اہل سنت اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اسے بندوں کو ہدایت دینے اور ان کے دلوں کو پلٹنے (پھیرنے) کی قدرت ہے، اور یہ کہ وہ جو چاہے وہی ہوگا اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہوسکتا، اس کی چاہت کے بغیر اس کی سلطنت میں کوئی چیز وقوع پذیر نہیں ہوسکتی' اور نہ ہی وہ اپنی چاہت کی تنفیذ سے عاجز ہے، نیز یہ کہ وہ اعیان، صفات اور حرکات تمام چیزوں کا خالق ہے، اور اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ بندہ بھی قدرت' مشیت اور عمل کا مالک اور صاحب اختیار ہے' اسے مجبور کے نام سے موسوم نہیں کرتے، کیونکہ مجبور اسے کہتے ہیں جسے اپنی چاہت کی نفاذ سے مجبور کیا گیا ہو، اللہ عزوجل نے بندے کو اپنے فعل کا اختیار دیا ہے چنانچہ وہ صاحب اختیار وارادہ ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کا اور اس کے

---

[1] سورۃ الانعام:۱۴۸۔

اختیار وارادہ کا خالق ہے اور اس کی کوئی مثال نہیں' کیونکہ اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں نہ اس کی ذات میں' نہ صفات میں اور نہ ہی اس کے افعال میں۔

اور اہل سنت اسماء، احکام اور وعدو وعید کے باب میں وعیدیہ اور مرجئہ کے درمیان ہیں۔ ''وعیدیہ'' جو کہ مسلمانوں میں سے کبائر کے مرتکبین کو ہمیشہ ہمیش کے لئے مستحق جہنم اور ایمان سے بالکلیہ خارج سمجھتے ہیں نیز نبی کریم ﷺ کی شفاعت کو جھٹلاتے ہیں، اور ''مرجئہ'' جو کہتے ہیں کہ فاسقوں کا ایمان انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ایمان کے مثل ہے اور اعمال صالحہ دین اسلام میں داخل نہیں ہیں اور وعید وعذاب کا بالکلیہ انکار کرتے ہیں۔

چنانچہ اہل سنت وجماعت اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ فاسق مسلمانوں کے پاس ''کچھ'' اور ''اصل ایمان'' ہوا کرتا ہے، ان کے پاس وہ مکمل واجبی ایمان نہیں ہوتا ہے جس سے وہ مستحق جنت قرار پائیں لیکن وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں بھی نہیں رہیں گے بلکہ ان میں سے جس کے بھی دل میں ایک دانہ یا رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا اسے جہنم سے نکالا جائے گا اور نبی کریم ﷺ نے اپنی شفاعت اپنے امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کے لئے ذخیرہ کر رکھی ہے۔

نیز اہل سنت صحابۂ رسول ﷺ کے بارے میں غالیہ اور جافیہ کے درمیان ہیں ''غالیہ'' جو علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں، انہیں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دیتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ (علی رضی اللہ عنہ) امام معصوم ہیں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما معصوم نہیں' اور یہ کہ صحابہ نے -نعوذ باللہ- ظلم وناانصافی سے کام لیا ہے، نیز انھوں نے ان کے بعد امت کو فاسق اور کافر قرار دیا، اور بسا اوقات علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ

اور اللہ تعالیٰ کے مقام پر لا کھڑا کیا، اور ''جافیہ'' جو علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے کفر کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان دونوں اور ان سے محبت رکھنے والوں کا خون حلال سمجھتے ہیں اور ان دونوں کو گالی دینا (برا بھلا کہنا) مستحب سمجھتے ہیں اور علی رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت میں قدح اور طعن وتشنیع کرتے ہیں۔

اسی طرح اہل سنت وجماعت سنت کے تمام ابواب میں وسط ہیں کیونکہ وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت اور جس چیز پر سابقین اولین مہاجرین وانصار اور ان کے سچے متبعین متفق ہیں اسے لازم پکڑنے والے ہیں [1]۔

رہا تکفیر کے باب میں اہل سنت وجماعت کا عقیدہ تو وہ مذہب ارجاء اور وعیدیہ کے درمیان ہیں:

چنانچہ اہل سنت کہتے ہیں کہ بندہ اگر گناہ سے توبہ کرلے تو اس کی مغفرت ہوجائے گی اور اگر توبہ نہ کرے تو وہ اللہ کی مشیت تلے ہوگا' اگر اللہ چاہے تو اسے بخش دے اور چاہے تو عذاب دے' کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (53) وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ﴾ [2]۔

آپ کہہ دیجئے! کہ اے میرے بندوں جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی

[1] فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۳/۳۷۳ تا ۳۷۵۔

[2] سورۃ الزمر: ۵۳، ۵۴۔

رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے، اور اپنے رب کی طرف رجوع ہو جاؤ اور اس کے تابع فرمان بن جاؤ۔

یہ مذہب ان دونوں مذاہب کے درمیان ہے جن میں سے ایک فریق کہتا ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضر نہیں اور دوسرا فریق وعید کا قائل ہے بایں طور کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہے گا۔

اور اہل سنت کہتے ہیں کہ بندوں کو اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور معصیت سے منع کیا گیا ہے، گناہ کے ارتکاب پر عذاب سے دوچار ہوں گے اور اطاعت کرنے پر ثواب کے مستحق ہوں گے، چنانچہ گناہ سے اگر تائب نہ ہوں گے تو عذاب کے مستحق قرار پائیں گے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے (اور اپنی رحمت سے معاف کردے)۔

اور اہل سنت وجماعت کے نزدیک ایمان میں کمی اور زیادتی واقع ہوتی ہے، زیادتی اطاعت سے اور کمی گناہ سے واقع ہوتی ہے[1]۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَـٰذِهِ إِيمَاناً فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُواْ فَزَادَتْهُمْ إِيمَاناً وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾[2]۔

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا ہے، سو جو لوگ ایمان والے ہیں اس سورت نے

---

① الاجوبۃ المفیدۃ علی اسئلۃ العقیدۃ، ص ۵۸۔

② سورۃ التوبہ: ۱۲۴۔

ان کے ایمان کو زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔

اور کبیرہ کا مرتکب ناقص الایمان ہوتا ہے، اپنے ایمان کے سبب مومن اور ارتکاب کبیرہ کے سبب فاسق ہوتا ہے۔

اسی طرح اہل سنت اصحاب رسول کے بارے میں بھی وسط ہیں، وہ کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل تھے، البتہ انہیں کفر سے کمتر گناہوں سے بھی معصوم نہیں قرار دیتے، لیکن (یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ) ان کے پاس اس قدر نیکیاں ہیں جو ان کے گناہوں پر چھائی ہوئی ہیں، اور انہیں ان کے اس مقام و مرتبہ پر رکھتے ہیں جس پر اللہ اور اس کے رسول نے رکھا ہے، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو سے کام نہیں لیتے اور نہ ہی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی تکفیر کرتے ہیں، بلکہ ان سب سے محبت کرتے ہیں، اور علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کو گمراہ نہیں کہتے بلکہ (یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ) امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم وارضاہم [1]۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی کسی گناہ کے سبب کافر نہیں کہتے جب تک کہ وہ اسے حلال نہ سمجھے [2]، اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ ایمان کے ساتھ گناہ گار کو گناہ نقصان نہ پہنچائے گا، اور ہم محسن (نیکوکار) مسلمانوں کے لئے امید رکھتے ہیں کہ اللہ

---

(1) الاجوبۃ المفیدہ علی اسئلۃ العقیدہ، ص ۶۰۔

(2) شیخ رحمہ اللہ خوارج کی تردید کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو ہر گناہ پر تکفیر کے قائل ہیں، ورنہ بہت سے ائمہ نے مطلق طور پر یہ کہنے سے احتراز کیا ہے کہ ''ہم کسی گناہ کی بنا پر کسی کی تکفیر نہیں کرتے'' بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ''ہم ہر گناہ کے سبب لوگوں کی تکفیر نہیں کرتے'' جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے۔

تعالیٰ انہیں معاف فرمائے گا اور اپنی رحمت سے انہیں جنت میں داخل کرے گا' ہم ان پر مامون نہیں ہوتے' نہ ہی ان کے لئے جنت کی شہادت دیتے ہیں' ہم ان میں سے گناہ گار کے لئے دعائے استغفار کرتے ہیں اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے ہیں اور انہیں ناامید نہیں کرتے، بے خوفی اور ناامیدی دونوں چیزیں انسان کو ملت سے خارج کردیتی ہیں، اہل قبلہ کے لئے حق کی راہ ان دونوں (خوف ورجاء) کے درمیان ہے'' [1]۔

امام طحاوی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: ''ہم اپنے قبلہ والوں کو جب تک وہ نبی کریم ﷺ کی لائی شریعت کے معترف ہوں اور آپ کے ہر فرمان اور ہر خبر کی تصدیق کرنے والے ہوں' مسلمان ومومن کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''من صلی صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأکل ذبیحتنا فھو المسلم له مالنا وعلیه ما علینا'' [2]۔

جس نے ہماری نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کا استقبال کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے' جو ہمارے لئے ہے وہی اس کے لئے اور جو ہم پر واجب ہے وہی اس پر بھی۔

شیخ رحمہ اللہ اس بات سے اس طرف اشارہ کررہے ہیں کہ اسلام اور ایمان ایک ہی شے ہے اور مسلمان گناہ کے ارتکاب کے سبب اس وقت تک اسلام سے خارج نہیں ہوگا جب تک کہ اسے حلال نہ سمجھے، اور آں موصوف کے ''ہمارے قبلہ والے'' کہنے سے مراد: وہ ہے جو

---

[1] شرح العقیدۃ الطحاویہ، ص ۳۵۵۔

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱/۴۹۶، کتاب الصلاۃ، بروایت انس رضی اللہ عنہ، اس میں الفاظ اس طرح ہیں''له ما للمسلم وعلیه ما علی المسلم'' یہ حدیث سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ میں بھی ہے، حدیث (۳۰۳)۔

اسلام کا دعویدار ہو' کعبہ کا استقبال کرے' گرچہ ہوا پرستوں اور گنہ گاروں میں سے ہو بشرطیکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی کسی بات کو نہ جھٹلائے [1]۔

اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ایسا کفر نہیں کرتا ہے جس کے سبب وہ ملت اسلامیہ سے بالکلیہ خارج ہو جائے، کیونکہ اگر وہ ایسا کفر کرتا جس سے ملت سے خارج ہو جائے تو وہ مرتد قرار پاتا اور اسے بہر صورت قتل کر دیا جاتا' نہ ولی قصاص کی معافی قبول کی جاتی اور نہ ہی زنا' چوری اور شراب خوری وغیرہ کی حدیں ہی اس پر قائم کی جاتیں۔

اس بات کا بطلان اور خرابی دین اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے۔

نیز اہل سنت اس بات پر بھی متفق ہیں کہ کبیرہ کا مرتکب ایمان و اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے، نہ کفر میں داخل ہوتا ہے اور نہ ہی کافروں کے ساتھ ہمیشہ ہمیش کے لئے مستحق جہنم ہوگا جیسا کہ معتزلہ کا عقیدہ ہے [2]، رہا وہ شخص جو کبیرہ گناہوں مثلاً زنا یا شراب نوشی یا سود خوری یا حرام نفس کے قتل ناحق وغیرہ کا ارتکاب حلال سمجھتے ہوئے کرے' تو وہ باجماع مسلمین کافر ہو جائے گا، چنانچہ جو کبیرہ گناہ کا ارتکاب اسے حلال سمجھتے ہوئے کرے گا اس سے توبہ کروائی جائے گی' اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ دین اسلام سے مرتد ہونے کے سبب اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اور کبھی انسان کے پاس ایمان اور اس کے فروع کا کچھ حصہ ہوتا ہے جس سے وہ مدح و ثنا اور ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور کفر و نفاق کا کچھ حصہ ہوتا ہے جس سے وہ مذمت اور عذاب کا

---

(1) شرح العقیدۃ الطحاویہ، ص ۳۵۰، چوتھا ایڈیشن، جس کی تحقیق اہل علم کی ایک ٹیم نے کی ہے۔

(2) شرح العقیدۃ الطحاویہ، ص ۳۶۰ تا ۳۶۱۔

مستحق ہوتا ہے، اور فقہاء کی گفتگو میں مرتد سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس ایمان کا اتنا بھی حصہ نہ ہو جس سے اس کا خون معاف کیا جا سکے۔

کفار دو طرح کے ہیں:

ایک وہ کفار جو سرے سے دین اسلام میں داخل ہی نہ ہوئے اور نہ ہی محمد ﷺ پر ایمان لانے کی طرف منسوب ہوئے، جیسے اُمّی (ان پڑھ لوگ)' مشرکین' اہل کتاب (یہود ونصاریٰ)' مجوسی (آتش پرست)' بت پرست' دہریہ اور فلاسفہ اور ان کے علاوہ دیگر کفار... ان تمام لوگوں کے کفر' بدبختی' ان کے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے اور جنت کے حرام ہونے پر کتاب اللہ' سنت رسول اور اجماع امت دلالت کناں ہیں، اس میں ان کے جاہل و عالم' ان پڑھ' کتابی (جسے کتاب دیا گیا ہو)' اور عام وخاص وغیرہ میں کوئی فرق نہیں، یہ چیز دین اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے، تو گفتگو کفار کی اس قسم کے بارے میں نہیں بلکہ اس دوسری قسم کے بارے میں ہے جو دین اسلام کی طرف منسوب اور محمد ﷺ پر ایمان لانے کے دعویدار ہیں، پھر اس دعوے کے بعد ان سے ایسی چیزیں سرزد ہوتی ہیں جو اس اصل کے منافی ہوتی ہیں' اور اس کے باوجود ان کا گمان ہوتا ہے کہ وہ دین اسلام پر قائم اور اس کے ماننے والے ہیں، تو ایسے لوگوں کی تکفیر کے کئی اسباب ہیں جو مجموعی طور پر اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب اور اس کے دین اور اس کے لوازم کے عدم التزام کی طرف لوٹتے ہیں، ان میں سے چند اسباب درج ذیل ہیں:

پہلا سبب: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ شرک:

۱- اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک: خواہ ربوبیت میں شرک ہو' یعنی یہ عقیدہ رکھے کہ بادشاہت

یا تدبیر یا بعض مخلوقات کی تخلیق میں کوئی اللہ کا شریک ہے وغیرہ، یا الوہیت وعبادت میں شرک ہو، یعنی کسی بھی قسم کی کوئی عبادت غیر اللہ کے لئے انجام دے، جیسے غیر اللہ کو پکارے، یا اس کے لئے سجدہ کرے یا اس کے لئے ذبح کرے یا اس کی نذر مانے یا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی عبادت کا مستحق ہے یا اپنے اور اللہ کے درمیان واسطے قائم کر کے ان کی قربت حاصل کرے تاکہ وہ اسے اللہ سے قریب کردیں' جیسا کہ مشرکین کا عقیدہ تھا جن کے بارے میں اللہ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے، اور اس کی مثالیں بے شمار ہیں لیکن اصل اور مرجع یہی ہے۔

۲- **رہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرک:** تو اس میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ پر اس وقت تک ایمان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک یہ عقیدہ نہ رکھے کہ آپ دین کے اصول وفروع اور تمام ابواب میں تمام جن وانس اور عرب وغیر عرب تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں، چنانچہ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ آپ جنوں نہیں صرف انسانوں کی طرف یا صرف عربوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں... یا اپنی رسالت کا دعویٰ کیا یا کسی مدعی رسالت کی تصدیق کی' تو یہ اور اس جیسی تمام باتیں رسول اللہ کے ساتھ شرک' اللہ کا کفر' اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب اور دین اسلام سے خروج کا سبب ہیں [1]۔

---

(1) ارشاد اولی البصائر والالباب لنیل الفقہ باقرب الطرق وایسر الاسباب، لعبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ، ص ۱۹۱ تا ۱۹۳، قدرے تصرف کے ساتھ۔

دوسرا سبب: کتاب وسنت پر ایمان نہ لانا:

بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک یہ عقیدہ نہ رکھے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، مکمل سچ اور حق ہے، اس کا التزام ضروری ہے، چنانچہ جس نے قرآن یا اس میں سے کسی حصہ کو خواہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو' کا انکار کیا یا اس کی توہین کی یا اس کا مذاق اڑایا یا اس کے جھوٹ یا من گھڑت ہونے کا دعویٰ کیا یا وہ دعویٰ کیا جو ملحد زنادقہ اہل وحدت وفلاسفہ کرتے ہیں کہ یہ عوام اور سادہ لوح لوگوں کی شریعت ہے، یا معاملات کا تخیل اور اشارات ہیں اس میں حقیقت کی صراحت نہیں ہے، تو یہ ساری چیزیں قرآن کریم کا کفر اور اسی طرح دین اسلام سے خروج کا سبب ہیں۔

اسی طرح جس نے یہ گمان کیا کہ اسے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی عظیم شریعت اور صراط مستقیم سے نکلنے کا اختیار ہے، اور جس نے ان انبیاء میں سے جن پر اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول نے نص قائم کی ہے کسی نبی یا کتاب وسنت میں ذکر کردہ اللہ کی کتابوں میں سے کسی کتاب کا انکار کیا وہ قرآن کریم کو جھٹلانے والا ہے، کیونکہ مومنوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مخلوق کی طرف اللہ کے بھیجے انبیاء ورسل پر نازل کردہ تمام کتابوں پر ایمان لاتے ہیں، اس کے رسولوں یا کتابوں میں سے کسی میں کوئی تفریق نہیں کرتے ہیں، اور جس نے بعث، جزا، جنت اور جہنم وغیرہ کا انکار کردیا وہ کتاب وسنت کو جھٹلانے والا ہے، اور جس نے نماز کا یا زکاۃ یا روزہ یا حج کی فرضیت کا انکار کیا وہ اللہ تعالیٰ' اس کے رسول اور مسلمانوں کے اجماع کو جھٹلانے والا ہے اور باجماع مسلمین دین اسلام سے خارج ہے، اور جو شخص کتاب وسنت کے احکام میں سے کسی ظاہر و باہر اجماع قطعی سے ثابت حکم کا انکار کرے' مثلاً روٹی، گائے یا بکری وغیرہ کی

حلت کا انکار کرے، یا زنا یا تہمت یا شراب نوشی کی حرمت کا انکار کرے چہ جائے کہ شرکیہ و کفریہ امور، تو ایسا شخص کافر، کتاب اللہ، سنت رسول کا جھٹلانے والا اور مومنوں کی راہ کے علاوہ کا پیروکار ہے، اسی طرح جس نے اللہ کی دی ہوئی کسی صریح خبر یا رسول اللہ کی لائی ہوئی کسی خبر یعنی صحیح اور صحیح حدیث کا انکار کیا وہ اللہ اور اس کے رسول کا منکر (کافر) ہے، اسی طرح جو ان میں سے کسی چیز میں اسے جاننے کے بعد جبکہ ایسی چیز سے کوئی لاعلم نہیں ہوتا، شک کرے تو وہ کافر ہے، کیونکہ وہ اپنے اوپر واجبی ایمان کا تارک اور اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کا جھٹلانے والا ہے [1]۔

ایک ضروری قید

وہ یہ ہے کہ اہل قبلہ میں تاویل کرنے والے جو گمراہ ہوئے اور جنھوں نے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے، ہر بات میں آپ کی صداقت کا عقیدہ رکھنے، آپ کی ہر بات کو حق جان کر اس کا التزام کرنے کے باوجود کتاب وسنت کے فہم میں غلطی کی اور بعض خبری یا عملی مسائل میں راہ صواب سے انحراف کا شکار ہوئے، (تاویل اور جہالت کے سبب) ایسے لوگوں کے دین اسلام سے خارج نہ ہونے، ان پر کافروں جیسا حکم نہ لگانے ... پر کتاب وسنت دلالت کناں ہیں۔

صریح نصوص سے ثابت شدہ امور کی مخالفت کرنے والے ان جیسے بدعتیوں کے بارے میں قول فیصل یہ ہے کہ اس باب میں ان کی کئی قسمیں ہیں:

---

[1] ارشاد اولی البصائر والالباب لنیل الفقہ باقرب الطرق وایسر الاسباب، ص۱۹۴۔

ان میں سے جو جانتا ہے کہ اس کی بدعت کتاب وسنت کے خلاف ہے' اس کے باوجود کتاب وسنت کو پس پشت ڈال کر اس کی پیروی کرتا ہے اور حق واضح ہو جانے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو ایسے شخص کی تکفیر میں کوئی شک نہیں۔

جو شخص شرعی دلائل اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے واجبی علم کی طلب سے اعراض کرتے ہوئے اور اپنی جہالت اور گمراہی کے باوجود یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ وہ حق پر ہے' کتاب وسنت کو ٹھکرائے اور اپنی بدعت سے راضی اور خوش ہو، تو ایسا شخص اپنے اوپر اللہ کے واجب کردہ امر کے ترک اور اللہ کی حرام کردہ امر پر جرأت کے اعتبار سے ظالم اور فاسق ہے۔

اور ان میں کچھ اس سے کمتر ہیں، اور ان میں وہ بھی ہے جو اتباع حق کا متلاشی اور خواہاں ہے اور اس نے اس کی کوشش بھی کی ہے، لیکن اسے کوئی ایسا شخص میسر نہ آیا جو اسے حق کی وضاحت کر کے بتائے، چنانچہ وہ شخص اہل حق پر اپنے قول وفعل سے جرأت کرتے ہوئے نہیں' بلکہ یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ درستی پر ہے' اپنے منہج پر قائم ودائم رہا، تو ممکن ہے کہ ایسے شخص کی خطا معاف کردی جائے ـ واللہ اعلم ـ۔

مقصود یہ ہے کہ اس جگہ اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے' کیونکہ کچھ تفصیلات پائی گئی ہیں جن سے متصف ہونے والے کی اہل علم نے تکفیر کی ہے، اور اسی جنس کا ایک دوسرا شخص بھی ہے جس کی تکفیر نہیں کی ہے، دونوں مسائل کے درمیان فرق یہ ہے کہ جن صفات کی بنیاد پر اسے کافر قرار دیا ہے اس میں قبولیت عذر کے لئے کسی تاویل یا شبہہ کی گنجائش نہیں ہے اور جن صفات میں تفصیلی گفتگو کی ہے اس میں بکثرت تاویلات موجود ہیں۔

اور جو چیزیں اس اصل میں داخل ہوتی ہیں ان میں فرشتوں اور جنوں کا انکار بھی ہے، کیونکہ فرشتوں پر ایمان لانا ایمان کے چھ اصولوں میں سے ایک ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی بہت سی سورتوں میں ہوا ہے اور سنت رسول اس سے بھری پڑی ہے، چنانچہ جو اس پر ایمان نہ رکھے وہ کتاب وسنت پر ایمان نہیں لا سکتا، اسی طرح جنوں کا ذکر بھی قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ہوا ہے اور ان کی ذمہ داریوں اور صفات کا بھی ذکر موجود ہے، لہٰذا ان کا انکار بھی کتاب وسنت کا انکار ہے، اسی طرح قرآن یا سنت یا دین کا مذاق اڑانا کفر اور اس سے بڑھ کر ہے، کیونکہ کفر عدم ایمان کا نام ہے خواہ اعراض کرے یا معارضہ، اور یہ معارضہ کرنے والا ہے، اسی طرح جو دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کے پیروکار کو خواہ وہ کوئی بھی دین ہو، کافر نہ سمجھے یا ان کے کفر میں شک کرے، تو یہ عقیدہ کتاب وسنت کے نصوص سے ٹکرانے کے سبب کفر ہے، اسی طرح جو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر وہ تہمت لگائے جس سے اللہ نے انہیں بری قرار دیا ہے یا نبی کریم ﷺ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے، تو صریح کتاب اللہ کو جھٹلانے کے سبب وہ بھی معارض ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دی ہوئی خبروں میں، اللہ یا اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کی وہ کافر ہے، یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی تابعداری نہ کرے (تو بھی) کیونکہ یہ ساری چیزیں قرآن وسنت پر ایمان کے منافی ہیں۔
فقہاء نے صحیح تکفیری امور کی جو تفصیلات ذکر کی ہیں وہ اسی بنیادی سبب کی طرف عائد ہیں، چنانچہ کفر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق ہے، لہٰذا کافر وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول کافر قرار دیں، اور وہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تمام یا بعض چیزوں کا انکار کرنا ہے،

واللہ تعالیٰ اعلم [1]۔

تکفیر کے مسئلہ میں اہل سنت وجماعت کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اہل قبلہ میں سے فاسق سے اس کے فسق کے سبب مطلق ایمان کی نفی نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اسے ایمان کامل سے متصف کیا جائے گا، نیز کہتے ہیں کہ: وہ اپنے ایمان کے سبب مومن اور ارتکاب کبیرہ کے سبب فاسق ہے، لہٰذا نہ اسے مطلق ایمان کا نام دیا جائے گا اور نہ اس سے ایمان کا اطلاق سلب کیا جائے گا۔ اور یہاں فسق سے مراد فسق اصغر (چھوٹا فسق) ہے یعنی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب' جن کے مرتکب پر مومنوں کے احکام جاری کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فسق' کفر اور ظلم کا نام دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹے کو فاسق کا نام دیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ [2]۔

اے مومنو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔

اس کے باوجود انسان کو دین اسلام سے بالکلیہ خارج نہیں کیا ہے اور نہ اس سے ایمان مطلق کی نفی فرمائی ہے، نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے:

"سباب المسلم فسوق وقتاله كفر" [3]۔

---

[1] ارشاد اولی البصائر والالباب لنیل الفقہ باقرب الطرق وایسر الاسباب، ص ۱۹۴ تا ۱۹۸، بتصرف۔

[2] سورۃ الحجرات: ۶۔

[3] صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱/ ۱۱۰، وصحیح مسلم، ۱/ ۸۱۔

مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بہت سے صحابہ کرام نے آپس میں بری بھلی باتیں کیں، لیکن آپ ﷺ نے انہیں نصیحت کی اور اصلاح فرمائی، ان کی تکفیر نہ کی، بلکہ وہ آپ کے دینی مددگار اور وزراء کی حیثیت سے باقی رہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾ [1]۔

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

چنانچہ اللہ نے دونوں گروہوں کو مومن قرار دیا اور ان کے درمیان اصلاح کا حکم دیا ہے، اگر چہ باغی (ظالم) گروہ سے قتال کر کے ہی سہی، اور فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [2]۔

(یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

---

[1] سورۃ الحجرات:۹۔

[2] سورۃ الحجرات:۱۰۔

اوران سے ایمانی اخوت کی نفی نہیں کی' نہ ہی قتال کرنے والوں کے درمیان اور نہ ان کے اور بقیہ مومنوں کے درمیان' بلکہ ان کے درمیان ایمانی اخوت کو بدستور قائم ودائم رکھا۔

اسی طرح آیت قصاص میں مومنوں میں سے قاتل ومقتول دونوں کے لئے ایمان ثابت اور باقی رکھا، ارشاد باری ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَى بِالْأُنثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ﴾[1]۔

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے' آزاد آزاد کے بدلے' غلام غلام کے بدلے' عورت عورت کے بدلے، ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہئے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہئے۔

اسی طرح وہ لوگ جن سے آپ ﷺ نے فرمایا:

"لاترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض"[2]۔

تم میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ تم میں کا بعض بعض کی گردن مارے۔

انہیں بھی پلٹنے اور پھر جانے کے بعد مسلمان کہا، اسی طرح خوارج کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] سورۃ البقرہ:۱۷۸۔

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری،۲۶/۱۳۔

"تمرق مارقة عند فرقة من المسلمين يقتلها أولى الطائفتين بالحق"[1]۔

مسلمانوں کے اختلاف کے وقت ایک جماعت نکل جائے گی جسے دونوں گروہوں میں سے حق سے قریب تر جماعت قتل کرے گی۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اہل شام، انہی دونوں جماعتوں کے درمیان سے خوارج نکلے تھے، ان دونوں کے درمیان بڑا عظیم معرکہ ہوا تھا (پھر بھی) انہیں مسلمان قرار دیا۔ نیز آپ نے اپنے نواسہ حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

"إن ابني هذا سيد وسيصلح الله تعالى به بين فئتين عظيمتين من المسلمين"[2]۔

میرا یہ بیٹا سردار ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ان کے والد (علی رضی اللہ عنہ) کی وفات کے بعد جماعت کے سال دو گروہوں کے درمیان اصلاح فرمائی تھی، وللہ الحمد والمنہ۔

عمل کو فسق یا اس کے مرتکب کو فاسق کا نام دینے اور اسے مسلمان کا نام دیکر اس پر مسلمانوں کے احکام جاری کئے جانے میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ہر فسق کفر نہیں ہوتا اور نہ کفر، ظلم وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جانے والا ہر عمل دین اسلام سے خارج کرنے والا ہی

---

[1] صحیح مسلم، ۲/۷۴۵، نیز دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر، ۳/۵۴۔

[2] صحیح بخاری، ۳/۱۷۰۔

ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے لازم وملزوم میں غور کرلیا جائے' یہ اس لئے کہ کفر' شرک' ظلم' فسق اور نفاق وغیرہ الفاظ شرعی نصوص میں دو طرح وارد ہوئے ہیں:

(الف) اکبر (بڑا): جو کہ انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے کیونکہ وہ دین کی بنیادوں کے خلاف ہے۔

(ب) اصغر (چھوٹا): جو کہ ایمان میں نقص پیدا کرتا ہے اور اس کے کمال کے منافی ہے، اپنے مرتکب کو اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

چنانچہ کفر سے کم تر کفر' شرک سے کم تر شرک' ظلم سے کمتر ظلم' فسق سے کمتر فسق اور نفاق سے کمتر نفاق (ہوتا ہے)۔

اور وہ فاسق جو ایسے گناہوں کا مرتکب ہو جو کفر کو مستلزم نہیں ہیں جہنم میں ہمیشہ ہمیش نہیں رہے گا، بلکہ اس کا مسئلہ اللہ کے سپرد ہے، اگر وہ چاہے تو اپنے فضل وکرم سے اسے معاف کر کے پہلے وہلہ ہی میں جنت میں داخل کر دے اور اگر چاہے تو اس کے گناہوں کے بقدر جن کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کی موت واقع ہوئی ہے اسے عذاب دے' اور اسے جہنم میں ہمیشہ ہمیش نہ رکھے بلکہ اگر اس کی موت ایمان کی حالت میں ہوئی ہے تو اپنی رحمت اور پھر سفارشیوں کی سفارش کے سبب اسے جہنم سے نکال دے [1]۔

اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ اگر وہ شرک سے کمتر ہوں تو محض ان کے سبب مسلمان پر کفر کا حکم صادر نہیں ہوسکتا' بلکہ کفر کا حکم اس معصیت کے حلال سمجھنے کے سبب ہوگا جس کا معصیت ہونا متفق علیہ ہے، جیسے اللہ کی حرام

---

(1) معارج القبول شرح سلم الوصول الی علم اصول التوحید، ۲/۴۲۳۔

کردہ شے کو حلال یا حلال کردہ شے کو حرام سمجھنا' اس مسئلہ میں اہل علم میں سے کسی دو کا اختلاف نہیں ہوسکتا، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ﴾[1]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو نہیں معاف کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہ جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے۔

رہا گناہ پر اصرار کرنا' تو کافر شخص شہادتین کے اقرار سے اسلام میں داخل ہوتا ہے اور اس اعلان کے بعد اس پر مسلمانوں کے سے احکام جاری ہوتے ہیں' اگر چہ وہ اسلام ظاہر کرے اور کفر چھپائے رکھے' الا یہ کہ کوئی ایسی بات کہے یا کوئی ایسا عمل کرے جو ارتداد کو مستلزم ہو' کیونکہ اللہ نے ہمیں دنیا میں اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں کے ظاہری حالات پر حکم لگائیں اور باطن کو آخرت میں اللہ کے فیصلہ کے لئے چھوڑ دیں' اللہ تعالیٰ نے ظاہر کو نظر انداز کرنے والے پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِناً ﴾[2]۔

اور جو تم سے سلام علیک کرے تم اسے یہ نہ کہہ دو کہ تو ایمان والا نہیں۔

اسی طرح اللہ عزوجل نے محض زبان سے کہنے کو مغفرت کا سبب قرار دیا ہے' ارشاد ہے:

﴿ فَأَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنَّاتٍ تَجْرِىْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾[3]۔

---

① سورۃ النساء:۱۱۶و۴۸۔

② سورۃ النساء:۹۴۔

③ سورۃ المائدہ:۸۵۔

اس لئے ان کو اللہ تعالی ان کے اس قول کی وجہ سے ایسے باغ دے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی' یہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے۔

لیکن اگر اس مسلمان سے کچھ ایسے اقوال یا افعال صادر ہوں جو اسلام کی حد بندی کی اعتبار سے کفر شمار ہوتے ہوں' تو ضروری ہے کہ ہم اس شخص کے تئیں اپنا (صحیح) موقف متعین کریں' یہ مسئلہ حاکم ومحکوم کے اعتبار سے مختلف ہے:

(الف) اللہ کے نافرمانوں اور گنہ گاروں کے تئیں حاکم کا موقف:

مسلمان حاکم شرعی طور پر اس بات کا مکلف ہے کہ وہ احسن طریقہ سے بحث ومباحثہ کے ذریعہ ایسے لوگوں پر حجت قائم کرے اور پھر ان پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا شرعی حکم نافذ کرے۔

(۱) اگر وہ دعوی کریں کہ وہ مومن ہیں لیکن ایمان سے ان پر نماز یا حج یا زکاۃ یا روزہ لازم نہیں ہوتا' کیونکہ یہ چیزیں اسلام کے فرائض وارکان میں سے نہیں ہیں' یا نماز پڑھیں اور زنا یا سود یا شراب یا کفر وشرک اور اللہ کے حکم کو ٹھکرانے کی پرچارک جماعت اور گروہ سے ملنے کو حلال سمجھیں، اور ان تمام چیزوں میں وہ دلیل وبرہان پر ہوں، تو ضروری ہے کہ حاکم وقت ان سے شرعی توبہ طلب کرنے کے بعد ان پر شرعی حد قائم کرے، کیونکہ یہ لوگ ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف پلٹ گئے ہیں۔

(۲) اور اگر وہ ان عبادات کی فرضیت کا اقرار کریں لیکن یہ کہیں کہ انہیں ان تمام عبادات کی پابندی کی طاقت نہیں ہے اور اطاعت کا وعدہ کریں' تو ایسے لوگ کفر وارتداد کے

حکم سے محفوظ ہیں، اور حاکم کو چاہئے کہ ایسے عملی وسائل کا انتظام کرے جو اس ظاہرہ کے انسداد کے ضامن اور کفیل ہوں۔

(۳) لیکن اگر وہ بدستور اپنی حالت پر مصر رہیں' فرائض اور دین کے جملہ امور کا اقرار کریں' اور ان پر عمل نہ کریں یا اس کے خلاف عمل کریں تو حاکم پر ان کے خلاف قتال کرنا واجب ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ جب رسول امین ﷺ اپنے رب کی طرف منتقل ہوئے تو کچھ لوگ زکاۃ کی ادائیگی کے منکر ہو گئے' تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا اور ان سے قتال کئے جانے کی حیثیت سے انہیں مرتدین کی صف میں شامل کر دیا' یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں، اور عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے قتال پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا: آپ ان سے کیسے قتال کریں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

"أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأني رسول الله فإذا ذلک عصموا مني دمائهم وأموالهم إلا بحقها"۔

مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں' جب وہ ایسا کریں تو انھوں نے مجھ سے اپنی جان ومال کو محفوظ کر لیا سوائے اس کے حق کے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ ﷺ نے نہیں فرمایا ہے کہ "سوائے اس کے حق کے؟" اللہ کی قسم! اگر وہ ایک رسی بھی جسے رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے مجھے نہ دیں گے تو میں اس پر ان سے قتال کروں گا، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ کی

قسم! جب میں نے دیکھا کہ اللہ نے جنگ کے لئے ابوبکر کا سینہ کھول دیا ہے تو مجھے یقین ہوگیا کہ وہی حق ہے'' ①۔

(ب) محکومین (عوام) کا موقف:

رہا گمراہوں اور جاہلوں کے تئیں عوام کا موقف تو مسلمان کے سامنے حکمت' اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت اور حجت قائم کر کے ان گنہ گاروں اور گمراہوں سے مجادلہ (بحث ومباحثہ) کے سوا کچھ نہیں' یہاں تک کہ وہ اپنی حقیقت سے آگاہ ہوجائیں اور اس اسلام کی صالحیت کو تسلیم کرلیں جس کی پیروی کا انہوں نے اعلان کیا ہے' یا گمراہی پر ان کا اصرار اور اسلام کی عدم صالحیت کا دعویٰ واضح ہوجائے' تاکہ ان پر بآسانی اسلام سے مرتد ہونے کا حکم لگایا جاسکے، کیونکہ ایسی حالت میں مسلمان کو اس کا اختیار نہیں کہ وہ لوگوں پر بالجملہ کفر کا حکم لگائے، بلکہ ہر فرد پر اسی اعتبار سے حکم صادر ہوگا جس اعتبار سے اس کا کردار گویا اور اس کے احوال' اقوال اور افعال کی روشنی میں اس کا معاملہ واضح ہوگا، کیونکہ اسلام نے لوگوں کے دلوں کے اسرار کو کریدنے کا حکم نہیں دیا ہے اور نہ ہی کسی کو اللہ کی جنت سے کسی کو محروم کرنے یا اسے ہٹانے دھتکارنے اور محروم کرنے کے وسیلہ کے طور پر اس پر کفر کا حکم لگانے کا تصرف واختیار ہے ... چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں:

"بعث علي رضی الله عنه وهو باليمن بذهيبة إلى النبي ﷺ فقسمها بين أربعة فقال رجل: اتق الله، فقال ﷺ: "**ويلك ألست أحق أهل**

① صحیح بخاری مع فتح الباری،۳/۲۶۲، حدیث (۱۳۹۹،۱۴۰۰) وصحیح مسلم،۱/۱۷، حدیث (۲۰،۲۱،۲۲،۲۳)۔

الأرض أن يتقي الله؟" ثم ولى الرجل، فقال خالد رضي الله عنه: يا رسول الله ألا أضرب عنقه؟ فقال: "لا لعله أن يكون يصلي" فقال خالد: وكم من مصل يقول بلسانه ما ليس في قلبه! فقال ﷺ: "إني لم أومر أن أنقب عن قلوب الناس ولا أن أشق بطونهم" [1]۔

علی رضی اللہ عنہ نے - دراں حالیکہ وہ یمن میں تھے- کچھ سونا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا' آپ نے اسے چار لوگوں میں تقسیم فرمایا، ایک شخص نے کہا: ''اللہ سے ڈریئے!'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیری بربادی ہو، کیا میں روئے زمین پر لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے کا حق دار نہیں ہوں؟ پھر وہ واپس ہوگیا، خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اس کی گردن نہ ماردوں! آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں شاید وہ نماز پڑھتا ہو، خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کتنے نمازی اپنی زبان سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتی! تو آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے لوگوں کے دلوں کو کریدنے اور ان کے شکم چاک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

یہ شخص جس نے تقسیم کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے فیصلہ پر اعتراض کیا تھا رسول اللہ ﷺ محض اس اندیشہ کی بنیاد پر کہ ''شاید وہ نماز پڑھتا ہو'' اس پر ارتداد کی حد قائم کرنے (یعنی قتل کرنے) پر راضی نہ ہوئے، اور اس لئے بھی کہ نماز اس کے ایمان کی شہادت دیتی ہے، اور جب خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ'' کتنے نمازی اپنی زبان سے ایسی بات کہتے

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، ۲/۷۴۲، حدیث (۱۰۶۴)۔

ہیں جوان کے دل میں نہیں ہوتی!" تو نبی کریم ﷺ نے ایک سنہرے قاعدہ "یعنی ظاہر پر حکم لگانا" کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی، کیونکہ اللہ نے لوگوں کے دلوں میں پوشیدہ امور کی حقیقت کو جاننے کے لئے ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم نہیں دیا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی پوشیدہ اموراور دل کے سربستہ رازوں کو جانتا ہے [1] اور جب تک وہ ظاہر نہ ہو جائے اسلام کے منافی نہیں۔

دوسرا مبحث: اہل سنت کے موقف کی دلیل۔

کسی گناہ کے سبب جب تک کہ اس کا مرتکب اسے حلال نہ سمجھے، اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہنے کے بارے میں اہل سنت و جماعت نے اپنے عقیدہ وموقف پر کتاب وسنت اور اجماع امت کو مستند بنایا ہے:

اولاً: کتاب اللہ:

اس سلسلہ میں بہت سی آیات ہیں، چند آیات حسب ذیل ہیں:

(۱) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○ وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾ [2]۔

---

① دیکھئے: صحیح مسلم بشرح نووی، ۷/۱۶۹، والحکم وقضیۃ تکفیر المسلم ،ص ۱۸۶۔

② سورۃ الزمر: ۵۳،۵۴۔

آپ کہہ دیجئے! کہ اے میرے بندوں جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے، اور اپنے رب کی طرف رجوع ہو جاؤ اور اس کے تابع فرمان بن جاؤ قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔

(۲) ارشاد باری ہے:

﴿وَمَن يَعْمَلْ سُوءاً أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّهَ يَجِدِ اللّهَ غَفُوراً رَّحِيماً﴾[1]۔

اور جو برا عمل کرے یا اپنی ذات پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

(۳) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ﴾[2]۔

اور بیشک تمہارا رب لوگوں کو ان کے ظلم کے باوجود بخشنے والا ہے اور تمہارا رب بڑے سخت عذاب والا ہے۔

(۴) ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾[3]۔

---

① سورۃ النساء:۱۱۰۔

② سورۃ الرعد:۶۔

③ سورۃ النساء:۴۸،۱۱۶۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو نہیں معاف کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہ جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے۔

(۵) اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾[1]۔

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کی گیا ہے' آزاد آزاد کے بدلے' غلام غلام کے بدلے' عورت عورت کے بدلے، ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہئے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کر دینی چاہئے۔

چنانچہ اللہ عز وجل نے قاتل کو مومنوں کے زمرہ سے خارج نہیں کیا بلکہ اسے ولی قصاص کا بھائی قرر دیا۔

(۶) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (9) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

---

[1] سورۃ البقرۃ: ۱۷۸۔

تُرْحَمُونَ﴾ [1]۔

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کرو، بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے (یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

چنانچہ اللہ نے دونوں گروہوں کو مومن قرار دیا اور ان کے درمیان اصلاح کا حکم دیا ہے، اگرچہ باغی (ظالم) گروہ سے قتال کر کے ہی سہی، اور ان سے مطلق طور پر ایمانی اخوت کی نفی نہیں کی، نہ ہی قتال کرنے والوں کے درمیان اور نہ ان کے اور بقیہ مومنوں کے درمیان، بلکہ ان کے درمیان ایمانی اخوت کو بدستور مطلق طور پر قائم و دائم رکھا [2]۔

ثانیاً: سنت مطہرہ:

اس سلسلہ میں بہت ساری احادیث وارد ہیں، چند احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) فرمان رسول ﷺ:

"من مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة ومن مات يشرك بالله شيئاً دخل النار" [3]۔

---

[1] سورۃ الحجرات: ۹، ۱۰۔

[2] معارج القبول بشرح سلم الوصول الی اصول علم التوحید، ۲/ ۴۱۸۔

[3] صحیح مسلم، ۱/ ۹۴۔

جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہیں کرتا تھا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک کرتا تھا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

(۲) جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کا رسول اللہ ﷺ سے فرمانا کہ:

"بشر أمتک أنه من مات لا یشرک بالله شیئاً دخل الجنة، قلت: یا جبریل ، وإن سرق وإن زنی؟ قال: نعم، قلت: وإن سرق وإن زنی؟ قال: نعم، قلت: وإن سرق وإن زنی؟ قال: نعم، وإن شرب الخمر" [1]۔

اپنی امت کو بشارت دیدیجئے کہ جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہیں کیا تھا وہ جنت میں داخل ہوگا، میں (رسول اللہ ﷺ) نے عرض کیا: اے جبریل! اگر چہ اس نے چوری اور زنا کا ارتکاب کیا ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں! میں نے عرض کیا: اگر چہ اس نے چوری اور زنا کا ارتکاب کیا ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں! میں نے پھر عرض کیا: اگر چہ اس نے چوری اور زنا کا ارتکاب کیا ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں! اگر چہ شراب پی ہو۔

حدیث مذکور میں اعمال کا ارتکاب فسق اور ظلم ہے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کے مرتکب کے ایمان کی شہادت دی ہے [2]۔

(۳) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تعالوا بایعوني علی ألا تشرکوا بالله شیئاً، ولا تسرقوا، ولا تزنوا،

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱۱/۲۶۰۔

② الحکم وقضیۃ تکفیر المسلم، ص ۹۱۔

ولا تقتلوا أولادكم، ولا تأتوا بهتاناً تفترونه بين أيديكم وأرجلكم، ولا تعصوني في معروف، فمن وفى منكم فأجره على الله، ومن أصاب من ذلک شيئاً فعوقب به في الدنيا فهو له كفارة، ومن أصاب من ذلک شيئاً فستره الله، فأمره إلى الله: إن شاء عاقبه وإن شاء عفا عنه" [1]۔

آؤ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرو گے، نہ چوری کرو گے، نہ زنا کرو گے، نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے، نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان تراشیدہ کوئی بہتان باندھو گے اور نہ بھلائی میں میری نافرمانی کرو گے، تم میں سے جس نے یہ عہد و پیمان پورا کیا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو ان میں سے کسی گناہ میں ملوث ہو گیا اور دنیا میں اسے اس کی سزا دیدی گئی تو وہ اس کے لئے کفارہ ہوگی، اور جو اس میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے' اگر چاہے تو سزا دے اور چاہے تو اسے معاف کر دے۔

راوی کہتے ہیں: ہم نے ان تمام باتوں پر آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی، اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"يدخل أهل الجنة الجنة وأهل النار النار، ثم يقول الله تعالى: أخرجوا من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من إيمان، فيخرجون منها قد اسودوا، فيلقون في نهر الحيا أو الحياة – شک

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری، ۷/۲۱۹۔

مالک – فينبتون كما تنبت الحبة في جانب السيل، ألم تر أنها تخرج صفراء ملتوية'' [1]۔

جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے، پھر اللہ فرمائے گا: جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اسے جہنم سے نکال دو، چنانچہ انہیں نکالا جائے دراں حالیکہ وہ (جل کر) سیاہ ہو چکے ہوں گے، پھر انہیں نہر حیا یا نہر حیات (راویٔ حدیث مالک نے شک کیا ہے) میں ڈالا جائے گا، تو وہ ایسے اگیں گے جیسے سیلاب کے کنارے دانہ اگتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ لپٹا ہوا زرد رنگ میں نکلتا ہے۔

(۵) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

'' تمرق مارقة عند فرقة من المسلمين يقتلها أولى الطائفتين بالحق'' [2]۔

مسلمانوں کے اختلاف کے وقت ایک جماعت نکل جائے گی جسے دونوں گروہوں میں سے حق سے قریب تر جماعت قتل کرے گی۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اہل شام' انہی دونوں جماعتوں کے درمیان سے خوارج نکلے تھے، ان دونوں کے درمیان بڑا عظیم معرکہ ہوا تھا' (پھر بھی) انہیں مسلمان قرار دیا گیا۔

(۶) آپ ﷺ نے اپنے نواسہ حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

''إن ابني هذا سيد وسيصلح الله تعالى به بين فئتين عظيمتين من

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱/۷۲۔

[2] صحیح مسلم، ۲/۷۴۵۔

المسلمین" [1]۔

میرا یہ بیٹا سردار ہے' عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ان کے والد (علی رضی اللہ عنہ) کی وفات کے بعد جماعت کے سال دو گروہوں کے درمیان اصلاح فرمائی تھی، وللہ الحمد والمنہ [2]۔

ثالثاً: اجماع:

اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ گناہ خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ اگر وہ شرک سے کمتر ہوں تو محض ان کے سبب مسلمان پر کفر کا حکم صادر نہیں ہوسکتا' بلکہ کفر کا حکم اس معصیت کے حلال سمجھنے کے سبب ہوگا جس کا معصیت ہونا متفق علیہ ہے، جیسے اللہ کی حرام کردہ شے کو حلال یا حلال کردہ شے کو حرام سمجھنا' اس مسئلہ میں اہل علم میں سے کسی دو کا اختلاف نہیں ہوسکتا، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ [3]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو نہیں معاف کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہ جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے۔ واللہ المستعان [4]۔

---

① صحیح بخاری، ۳/۱۷۰۔

② معارج القبول شرح سلم الوصول الی علم الاصول فی التوحید، ۲/۴۲۳۔

③ سورۃ النساء: ۱۱۶، ۴۸۔

④ دیکھئے: الحکم وقضیۃ تکفیر المسلم، ص ۱۸۶۔

دوسری فصل: کفر کے اقسام اور خطرناک تکفیری امور

پہلا مبحث: کفر کے اقسام۔

کفر کی دو قسمیں ہیں:

پہلا مطلب: وہ کفر (اکبر) جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

اس کی پانچ قسمیں ہیں:[1]

اول: کفر تکذیب (جھٹلانے کا کفر):

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِباً أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ أَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِيْنَ﴾[2]۔

اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا جب حق اس کے پاس آجائے تو وہ اسے جھٹلا دے کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہ ہوگا۔

دوم: تصدیق کے ساتھ تکبر وانکار کا کفر:

فرمان باری ہے:

---

[1] کفر کی تعریف اس کتاب کے ص (۸۲) میں ملاحظہ کریں۔

[2] سورۃ العنکبوت: ۶۸۔

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾[1]۔

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

سوم: شک کا کفر' یہ سوچ و گمان کا کفر ہے:

اللہ عز و جل کا ارشاد ہے:

﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا (35) وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا (36) قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا (37) لَّٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا﴾[2]۔

اور وہ اپنے باغ میں داخل ہوا' حالانکہ وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والا تھا' کہنے لگا میں نہیں خیال کرسکتا کہ یہ کسی وقت بھی برباد ہو جائے۔ اور نہ میں قیامت کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر (بالفرض) میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میں وہاں پہنچ کر اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا۔ اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس معبود سے کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا'

---

[1] سورۃ البقرہ:۳۴۔

[2] سورۃ الکہف:۳۵تا۳۸۔

پھر منی کے قطرے سے، پھر تجھے پورا آدمی بنا دیا۔ لیکن میں تو عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے، میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا۔

چہارم: اعراض و پہلوتہی کا کفر:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا عَمَّا أُنْذِرُوا مُعْرِضُوْنَ﴾ [1]۔

اور کافر لوگ جس چیز سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے اس سے اعراض کرتے ہیں۔

پنجم: نفاق کا کفر:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ [2]۔

یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ ایمان لا کر پھر کافر ہو گئے لہٰذا ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، تو وہ سمجھتے نہیں۔

دوسرا مطلب: وہ کفر جو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا۔

یہ کفران نعمت ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّأْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا

---

[1] سورۃ الاحقاف: ۳۔

[2] سورۃ المنافقون: ۳۔

كَانُواْ يَصْنَعُونَ﴾ [1]۔

اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرما رہا ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آ رہی تھی، پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفر (ناشکری) کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزا چکھایا جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔ واللہ المستعان [2]۔

سنت نبوی کی جن دلیلوں سے پتہ چلتا ہے کہ (کفر اصغر) دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، ان میں سے نبی کریم ﷺ کا درج ذیل فرمان بھی ہے:

"سباب المسلم فسوق وقتاله كفر" [3]۔

مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

نیز یہ فرمان ہے:

"إذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما" [4]۔

جب آدمی اپنے (دینی) بھائی سے کہہ دے "اے کافر" تو ان دونوں میں کوئی ایک ضرور اس کا مستحق ہوتا ہے۔

نیز یہ فرمان بھی ہے:

---

[1] سورۃ النحل: ۱۱۲۔

[2] مجموعۂ توحید، از شیخ محمد بن عبد الوہاب وشیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہما اللہ، ص ۶۔

[3] صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱۰/۴۶۴ وصحیح مسلم، ۱/۸۱۔

[4] صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱۰/۵۱۴ وصحیح مسلم، ۱/۷۹۔

"من أتي حائضاً أو امرأة في دبرها ... فقد كفر بما أنزل على محمد"[1]۔

جس نے حائضہ عورت سے یا عورت کی سرین میں مباشرت کی...اس نے محمد ﷺ پر نازل کئے گئے دین کا کفر کیا۔

اوراس کی مثالیں بے شمار ہیں۔

دوسرا مبحث: اسلام کو توڑنے اور اس میں نقص پیدا کرنے والے امور۔

پہلا مطلب: شریعت کی خلاف ورزیوں کی قسمیں۔

حکم الٰہی کی مخالفت کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ مخالفتیں جو ارتداد کی موجب اور اسلام کو بالکلیہ زائل کر دیتی ہیں، اور اس کا مرتکب کفر اکبر کا مرتکب ہوتا ہے، یہ وہ شخص ہے جو دین اسلام کے منافی کسی امر کا مرتکب ہو۔

دوسری قسم: وہ مخالفتیں جو اسلام کو ضائع نہیں کرتیں بلکہ اس میں نقص پیدا کرتیں اور کمزور کر دیتی ہیں اور ان کا مرتکب اگر توبہ نہ کرے تو اللہ کے غضب وعذاب کے عظیم خطرہ میں ہوتا ہے، وہ عام معاصی ہیں جن کا مرتکب جانتا ہے کہ وہ گناہ ہیں' جیسے زنا کاری، لیکن اسے حلال نہیں سمجھتا ہے تو ایسا شخص اللہ کی مشیت تلے ہوتا ہے، اگر چاہے تو اسے عذاب دے اور پھر اس کے ایمان اور عمل صالح کے سبب اسے جنت میں داخل کر دے اور اگر چاہے تو اسے (بلا عذاب) معاف کر دے[2]۔

---

① مسند احمد، ۲/ ۴۰۸، علامہ البانی نے اسے آداب الزفاف میں صحیح قرار دیا ہے' ص ۳۱۔

② دیکھئے: فتاویٰ سماحۃ العلامہ ابن باز، ۴/ ۲۰ و ۴۵۔

دوسرا مطلب:

خطرناک اور بکثرت واقع ہونے والے نواقض اور تکفیری امور

اسلام کو توڑنے والی چیزیں بے شمار ہیں' علماء کرام رحمہم اللہ نے مرتد کے حکم کے بیان میں ذکر کیا ہے کہ مسلمان کبھی کبھار دین اسلام کو توڑنے والی بہت سی چیزوں کے سبب دین اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے جو اس کے خون اور مال کو حلال کر دیتی ہیں، اور ان کے سبب وہ شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، ان میں سے سب سے زیادہ خطرناک اور بکثرت واقع ہونے والی (درج ذیل) دس چیزیں ہیں [1]۔

اول: اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کرنا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ [2]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہرگز نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہے بخش دے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ، وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ [3]۔

---

① ان تمام نواقض کو تالیفات امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ میں ملاحظہ فرمائیں: پہلی قسم، عقیدہ اور اسلامی آداب، ص ۳۸۵، مجموعۃ التوحید، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ وشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ، ص ۲۷، ۲۸۔

② سورۃ النساء: ۱۱۶۔

③ سورۃ المائدہ: ۷۲۔

بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اور اسی میں سے غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا بھی ہے، جیسے کوئی شخص کسی جن یا قبر کے لئے ذبح کرے۔

شرک کی تین قسمیں:

پہلی قسم: شرک اکبر جو دین اسلام سے خارج کردیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ، وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا﴾ [1]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہرگز نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا، اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

اس (شرک اکبر) کی چار قسمیں ہیں:

۱- دعاء کا شرک:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ [2]۔

---

(1) سورۃ النساء:۱۱۶۔

(2) سورۃ العنکبوت:۶۵۔

تو جب یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔

۲- نیت، ارادہ اور قصد کا شرک:

ارشاد باری ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ، أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [1]۔

جو لوگ دنیوی زندگی اور اس کی رونق چاہتے ہیں، ہم انہیں ان کے سارے اعمال کا بدلہ یہیں بھر پور دیدیتے ہیں، اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ یہاں انہوں نے کیا ہوگا وہ سب اکارت ہے، اور ان کے سارے اعمال برباد ہونے والے ہیں۔

۳- اطاعت کا شرک:

یہ اللہ کی نافرمانی میں احبار و رہبان یعنی اپنے علماء اور عبادت گذاروں وغیرہ کی اطاعت کرنا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا إِلٰهاً وَّاحِداً لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا

[1] سورۃ ہود: ۱۵، ۱۶۔

یُشْرِکُوْنَ﴾[1]۔

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنا رب بنالیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو، حالانکہ انہیں صرف ایک تنہا اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ ان کے شرک سے منزہ اور پاک ہے۔

۴- محبت کا شرک:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَاداً يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ﴾[2]۔

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ اوروں کو شریک ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہئے۔

دوسری قسم: شرک اصغر جو مشرک کو دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، معمولی ریاء ونمود اسی قبیل سے ہے، ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں' ارشاد باری ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَداً﴾[3]۔

تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

---

① سورۃ التوبہ:۳۱۔

② سورہ البقرۃ:۱۶۵۔

③ سورہ الکھف:۱۱۰۔

اور اسی قبیل سے غیر اللہ کی قسم کھانا بھی ہے، ارشاد نبوی ہے:

"من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك" [1]۔

جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔

اور اسی قبیل سے آدمی کا "اگر اللہ نہ ہوتا اور آپ" یا "جو اللہ چاہے اور آپ" وغیرہ کہنا بھی ہے۔

تیسری قسم: شرک خفی:

"الشرك في هذه الأمة أخفىٰ من دبيب النملة السوداء علىٰ صفاةٍ سوداء في ظلمة الليل" [2]۔

شرک اس امت میں رات کی تاریکی میں کالی چٹان پر کالی چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے۔

اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ بندہ کہے:

"اللهم إني أعوذبك أن أشرك بك شيئاً وأنا أعلم، وأستغفرك من الذنب الذي لا أعلم" [3]۔

اے اللہ میں تجھ سے اس بات کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ کچھ بھی شریک

---

① جامع ترمذی بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ،۴/۱۱۰ اور علامہ البانی نے اسے صحیح سنن ترمذی (۲/۹۹) میں صحیح قرار دیا ہے۔

② اسے حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع ۳/۲۳۳، وتخریج الطحاویہ از ارنووط، ص۸۳۔

③ اسے حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع ۳/۲۳۳، ومجموعۂ توحید، از احمد بن تیمیہ ومحمد بن عبدالوہاب رحمہا اللہ، ص۶۔

کروں دراں حالیکہ میں جانتا ہوں، اور میں تجھ سے اس گناہ کی بخشش چاہتا ہوں جو میں نہیں جانتا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمان باری تعالیٰ:

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَاداً وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [1]۔

اللہ تعالیٰ کے لئے شریک نہ بناؤ اس حال میں کہ تمہیں علم ہو۔

کے بارے میں فرماتے ہیں: ''انداد'' وہ شرک ہے جو رات کی تاریکی میں کالی چٹان پر چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ کوئی کہے: اے فلاں! اللہ کی قسم اور تیری زندگی کی قسم اور میری زندگی کی قسم، اور کہے: اگر اسکی کتیا نہ ہوتی تو کل رات ہمارے یہاں چور آجاتے، اور اگر بطخ گھر میں نہ ہوتی تو چور آگھستے، اور آدمی کا اپنے ساتھی سے یہ کہنا کہ: جو اللہ چاہے اور آپ، اور آدمی کا یہ کہنا کہ: اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں [2]۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''**من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك**'' [3]۔

جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کے نزدیک نبی کے فرمان ''**فقد كفر أو**

---

(1) سورۃ البقرہ:۲۲۔

(2) تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۸، نیز دیکھئے: تفسیر طبری، ۱/ ۳۶۸۔

(3) جامع ترمذی بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ، ۴/ ۱۱۰ اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے، نیز دیکھئے صحیح سنن ترمذی (۲/ ۹۹)۔

أشـــرک“ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ یہ شدت اور تغلیظ پر محمول ہے (یعنی حقیقت مقصود نہیں ہے) اور اس کی دلیل عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو ”و أبـــي و أبي“ (میرے باپ کی قسم، میرے باپ کی قسم) کہتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا:

”ألا إن الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم“ [1]۔

سن لو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ کی حدیث جو انھوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”من قال في حلفه باللات والعزىٰ فليقل: لا إله إلا الله“ [2]۔

جس نے اپنی قسم میں کہا: ”لات وعزیٰ کی قسم“ تو اسے چاہئے کہ وہ ”لا الہ الا اللہ“ کہے۔

اور ممکن ہے کہ شرک خفی شرک اصغر میں داخل ہو، تو ایسی صورت میں شرک کی دو ہی قسمیں ہوں گی، شرک اکبر اور شرک اصغر، امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے [3]۔

دوم: جو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے بنائے اور ان کی دہائی دے، ان سے شفاعت کا سوال کرے، ان پر توکل و بھروسہ کرے، تو ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے۔

---

① جامع ترمذی بروایت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، ۴/۱۱۰ نیز دیکھئے: صحیح سنن ترمذی، ۲/۹۹۔

② جامع ترمذی بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ۴/۱۱۰ نیز دیکھئے: صحیح سنن ترمذی، ۲/۹۹۔

③ دیکھئے: الجواب الکافی لابن القیم، ص ۲۳۳۔

سوم: جو مشرکوں کو کافر نہ قرار دے یا ان کے کفر میں شک کرے یا ان کے مذہب وعقیدہ کو صحیح جانے، وہ کافر ہے۔

چہارم: جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کا طریقہ (ہدایت) آپ کی ہدایت سے زیادہ کامل ومکمل ہے، یا آپ کے علاوہ کسی کا حکم (فیصلہ) آپ کے فیصلہ سے بہتر ہے۔ جیسے کچھ لوگ طواغیت کے فیصلہ کو آپ ﷺ کے فیصلہ سے افضل سمجھتے ہیں۔ تو ایسا شخص کافر ہے۔

اور اس ناقض اسلام (اسلام کو توڑنے والے امر) میں وہ شخص بھی داخل ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ لوگوں کے خودساختہ قوانین وضوابط شریعت اسلامیہ سے افضل، یا اس کے برابر ہیں یا یہ کہ ان خودساختہ قوانین سے فیصلہ لینا جائز ہے گرچہ اس کا یہ عقیدہ بھی ہو کہ شریعت کا فیصلہ اس سے افضل ہے، یا یہ کہ بیسویں صدی میں اسلامی نظام کی عملی تطبیق صحیح نہیں، یا یہ کہ اسلامی نظام مسلمانوں کی پستی وپسماندگی کا سبب ہے، یا یہ کہ اسلامی نظام بندے اور اس کے رب کے تعلقات ہی میں محصور ہے، زندگی کے دیگر شعبوں میں اس کا کوئی دخل نہیں، اسی طرح اس (ناقض) میں وہ شخص بھی داخل ہے جس کا یہ خیال ہو کہ چور کے ہاتھ کاٹنے یا شادی شدہ زناکار کے سنگسار کرنے وغیرہ میں اللہ کے حکم کا نفاذ عصر حاضر کے مناسب نہیں ہے، اسی طرح اس میں ہر وہ شخص بھی داخل ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ معاملات یا حدود وغیرہ میں اللہ کی شریعت کے علاوہ سے فیصلہ لینا جائز ہے، گرچہ اس کا عقیدہ یہ نہ بھی ہو کہ وہ فیصلہ شریعت کے فیصلہ سے افضل ہے، کیونکہ ایسا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ متفقہ طور پر اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھتا ہے اور ہر وہ شخص جو اللہ کی حرام کردہ کسی چیز کو جس کی حرمت دین اسلام میں بدیہی

طور پر معلوم ہے، حلال سمجھے، جیسے زنا، شراب، سود اور اللہ کی شریعت کے علاوہ سے فیصلہ لینا وغیرہ تو ایسا شخص باتفاق مسلمین کافر ہے۔ ہم اللہ سے اس کے غیظ وغضب کو واجب کرنے والی چیزوں اور اس کے دردناک عذاب سے اس کی پناہ چاہتے ہیں[1]۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ لینے یا کرنے کے مسئلہ میں تفصیل ہے، اس سلسلہ میں -ان شاء اللہ- درست منہج حسب ذیل ہے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾[2]۔

اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ذریعہ فیصلہ نہ کریں وہی لوگ کافر ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾[3]۔

اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ذریعہ فیصلہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[4]۔

اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ذریعہ فیصلہ نہ کریں وہی لوگ فاسق ہیں۔

---

1. دیکھئے: مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ، از علامہ ابن باز رحمہ اللہ، ۱/ ۱۳۷۔
2. سورۃ المائدہ: ۴۴۔
3. سورۃ المائدہ: ۴۵۔
4. سورۃ المائدہ: ۴۷۔

طاووس وعطاء رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ''کفر سے کمتر کفر، ظلم سے کمتر ظلم اور فسق سے کمتر فسق (مراد ہے)'' ①۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اس سے کفر لازم آتا ہے، لیکن اللہ عزوجل' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کا کفر نہیں'' ②۔

نیز فرماتے ہیں: ''جس نے اللہ کی نازل کردہ چیز کا انکار کیا اس نے کفر کیا' البتہ جس نے اس کا اقرار کیا لیکن اس کے مطابق فیصلہ نہ کیا وہ شخص ظالم اور فاسق ہے'' ③۔

صحیح اور درست بات یہ ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنے والا کبھی تو مرتد (خارج از اسلام) ہو جاتا ہے اور کبھی مسلمان' گنہ گار' اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، چنانچہ اسی بنیاد پر ہم دیکھتے ہیں کہ اہل علم نے درج ذیل الفاظ کی دو قسمیں کی ہیں:

(ایک قسم تو یہ ہے:) کافر' فاسق' ظالم' منافق اور مشرک، (اور دوسری یہ ہے:) کفر سے کم تر کفر' ظلم سے کمتر ظلم' فسق سے کمتر فسق' نفاق سے کمتر نفاق اور شرک سے کمتر شرک، چنانچہ بڑا (کفر و شرک وغیرہ) انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ وہ کلی طور پر دین کی بنیادوں کے خلاف ہے، جبکہ چھوٹا ایمان میں کمی پیدا کرتا ہے اور اس کے کمال کے منافی ہے اور اس کے مرتکب کو اسلام سے خارج نہیں کرتا، اسی لئے علماء کرام نے اللہ کی نازل کردہ شریعت سے فیصلہ نہ کرنے والے کے حکم کے بارے میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے:

---

① تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۵۸، نیز دیکھئے: تفسیر طبری، ۱۰/ ۳۵۵ تا ۳۵۸۔

② تفسیر ابن جریر، ۱۰/ ۳۵۶۔

③ مرجع سابق، ۱۰/ ۳۵۶۔

سماحۃ الشیخ امام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا ہے وہ (حسب ذیل) چار قسموں میں سے کسی ایک قسم میں ہوگا:

۱- جو یہ کہے کہ میں اس (اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ) سے فیصلہ اس لئے کرتا ہوں کہ وہ شریعت اسلامیہ سے افضل ہے، تو ایسا شخص کفر اکبر کا مرتکب ہے۔

۲- جو یہ کہے کہ میں اس سے فیصلہ اس لئے کرتا ہوں کہ وہ شریعت اسلامیہ ہی کی طرح ہے، لہٰذا اس سے اور شریعت اسلامیہ دونوں سے فیصلہ کرنا جائز ہے' تو ایسا شخص بھی کفر اکبر کا مرتکب ہے۔

۳- جو یہ کہے کہ میں اس سے فیصلہ کرتا ہوں' اور شریعت اسلامیہ کے ذریعہ فیصلہ کرنا افضل ہے لیکن اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنا بھی جائز ہے، تو ایسا شخص بھی کفر اکبر کا مرتکب ہے۔

۴- جو یہ کہے کہ میں اس سے فیصلہ کرتا ہوں، حالانکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے، اور وہ یہ کہے کہ شریعت اسلامیہ کے ذریعہ فیصلہ کرنا ہی افضل ہے اس کے علاوہ سے فیصلہ کرنا جائز نہیں' لیکن وہ متساہل (کوتاہی کرنے والا) ہو یا ایسا اپنے حاکموں کے حکم کی تعمیل میں کر رہا ہو تو ایسا شخص کفر اصغر کا مرتکب ہے جو اسے دین اسلام سے خارج نہیں کرے گا، اور اسے کبیرہ گناہوں میں سے سمجھا جائے گا'' [1]۔

---

① یہ بات ہمیں شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے جو میری پرسنل لائبریری میں موجود ایک کیسٹ میں رکارڈ ہے، نیز دیکھئے: فتاویٰ شیخ بن باز، ۱/ ۱۳۷، نیز تفصیل اور اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنا کب کفر اکبر ہوگا (یہ جاننے کے لئے) ڈاکٹر عبدالعزیز آل عبداللطیف کی کتاب ''نواقض الاسلام القولیہ والعملیہ'' کا مطالعہ ==

کسی عمل کو فسق یا اس کے مرتکب کو فاسق کا نام دینے اور اسے مسلمان کا نام دیکر اس پر مسلمانوں کے احکام جاری کئے جانے میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ہر فسق کفر نہیں ہوتا اور نہ کفر، ظلم وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جانے والا ہر عمل دین اسلام سے خارج کرنے والا ہی ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے لازم وملزوم میں غور کرلیا جائے' یہ اس لئے کہ کفر، شرک، ظلم، فسق اور نفاق وغیرہ الفاظ شرعی نصوص میں دوطرح وارد ہوئے ہیں:

(الف) بڑا (کفر، شرک وغیرہ) جو کہ انسان کو اسلام سے خارج کردیتا ہے کیونکہ وہ دین کی بنیادوں کے خلاف ہے۔

(ب) چھوٹا، جو کہ ایمان میں نقص پیدا کرتا ہے اور اس کے کمال کے منافی ہے، اپنے مرتکب کو اسلام سے خارج نہیں کرتا، چنانچہ کفر سے کم تر کفر، شرک سے کم تر شرک، ظلم سے کمتر ظلم، فسق سے کمتر فسق اور نفاق سے کمتر نفاق پایا جاتا ہے، اور وہ فاسق جو ایسے گناہوں کا مرتکب ہو جو کفر کو مستلزم نہیں ہیں جہنم میں ہمیشہ ہمیش نہیں رہے گا، بلکہ اس کا مسئلہ اللہ کے سپرد ہے، اگر وہ چاہے گا تو اپنے فضل وکرم سے اسے معاف کرکے پہلے وہلہ ہی میں جنت میں داخل کردے گا اور اگر چاہے گا تو اس کے گناہوں کے بقدر جن کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کی موت واقع ہوئی ہے اسے عذاب دے گا' اور اسے جہنم میں ہمیشہ ہمیش نہیں رکھے گا بلکہ اگر اس کی موت ایمان کی حالت میں ہوئی ہے تو اپنی رحمت اور پھر سفارشیوں کی سفارش کے سبب اسے جہنم سے نکال دے گا [1]۔

== فرمائیں، ص ۳۱۱ تا ۳۲۳ و ۳۲۹ تا ۳۳۳۔

① معارج القبول شرح سلم الوصول الی علم اصول التوحید، ۲/ ۴۲۳۔

پنجم: جو رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی کسی چیز سے بغض ونفرت کرے، گرچہ اس پر عمل بھی کرے تو ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾ ①۔

یہ اس لئے کہ انھوں نے اللہ عزوجل کی نازل کردہ چیز کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔

ششم: جو شخص رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین میں سے کسی چیز یا اس کے ثواب یا اس کے عذاب کا استہزاء و مذاق کرے تو ایسا شخص کافر ہے، اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ (65) لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ ②۔

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑاتے ہو، بہانے نہ بناؤ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

ہفتم: جادو، اور اسی قبیل سے صرف اور عطف ③ بھی ہے، جس نے ایسا کیا یا اس سے راضی وخوش ہوا وہ کافر ہے، دلیل اللہ عزوجل کا درج ذیل فرمان ہے:

---

① سورۃ محمد:۹۔

② سورۃ التوبہ:۶۵،۶۶۔

③ ''صرف'' یہ ایک جادوئی عمل ہے جس سے انسان کو بدلنا اور اس کی خواہش سے پھیرنا مقصود ہوتا ہے، جیسے آدمی کو اپنی بیوی کی محبت سے نفرت کی طرف پھیر دینا۔ اسی طرح ''عطف'' بھی ایک جادوئی عمل ہے جس سے آدمی کو کسی ایسی چیز کی رغبت دلانا مقصود ہوتا جسے وہ نہ چاہتا ہو، تو وہ شیطانی کرشموں کے ذریعہ اس مبغوض شے سے محبت کرنے لگتا ہے۔

﴿وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [1]۔

وہ دونوں کسی کو بھی جادو نہ سکھاتے تھے یہاں تک کہ (پہلے ہی) کہہ دیتے تھے کہ دیکھو ہم آزمائش کے طور پر بھیجے گئے ہیں لہٰذا کفر نہ کرنا۔

ہشتم: مشرکین کا سپورٹ اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرنا، دلیل درج ذیل فرمان باری ہے:

﴿وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ [2]۔

اور تم میں سے جو بھی ان سے دوستانہ رویہ رکھے گا وہ انہی میں سے ہوگا' بیشک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

نہم: جو یہ عقیدہ رکھے کہ بعض لوگوں کو محمد ﷺ کی شریعت سے نکلنے کا اختیار ہے، جیسا کہ خضر علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے نکلنے کی گنجائش تھی تو ایسا شخص کافر ہے۔

دہم: اللہ کے دین سے اعراض کرنا' بایں طور کہ نہ اسے سیکھے اور نہ ہی اس پر عمل کرے، دلیل درج ذیل فرمان باری ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ﴾ [3]۔

---

① سورۃ البقرہ:۱۰۲۔

② سورۃ المائدہ:۵۱۔

③ سورۃ السجدہ:۲۲۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے وعظ کیا گیا پھر بھی اس نے ان سے منہ پھیر لیا' بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

ان تمام نواقض میں از راہ مذاق' سنجیدگی سے' اور ڈر کر ارتکاب کرنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، سوائے مجبور کے (یعنی جس پر دباؤ ڈال کر کروایا گیا ہو) اور یہ تمام امور انتہائی خطرناک اور بکثرت واقع ہونے والے ہیں، لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ ان تمام امور سے چوکنا رہے اور اپنی ذات پر ان سے خطرہ محسوس کرے، ہم اللہ کے غیظ وغضب کو واجب کرنے والی چیزوں اور اس کے دردناک انجام سے اس کی پناہ چاہتے ہیں[1]۔

تیسرا مطلب: نفاق کی قسمیں۔

نفاق کی (کفر ہی کی طرح) دو قسمیں ہیں: ایک نفاق اکبر اور دوسرا (اصل) نفاق سے کم تر نفاق، یا وہ نفاق جو ملت سے خارج کر دیتا ہے اور دوسرا وہ جو ملت سے خارج نہیں کرتا[2]۔

اولاً: نفاق اکبر (بڑا نفاق):

وہ یہ ہے کہ انسان اللہ' اس کے فرشتوں' اس کی نازل کردہ کتابوں' اس کے رسولوں' یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان ظاہر کرے لیکن ان تمام یا ان میں سے بعض عقائد کی مخالفت دل میں چھپائے رکھے۔

یہی وہ نفاق ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پایا جاتا تھا، انہی منافقین کی مذمت

① مجموعۂ توحید، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ وشیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہما اللہ، ص ۲۷، ۲۸، وتالیفات محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ، پہلی قسم: عقیدہ اور اسلامی آداب، ص ۳۸۵، ۳۸۷، ومجموعہ فتاویٰ شیخ ابن باز، ۱/۱۳۵۔

② نفاق کی لغوی وشرعی تعریف، اس کتاب کے ص (۸۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔

اور تکفیر کے سلسلہ میں قرآن نازل ہوا اور اس بات کی خبر دی کہ یہ (منافقین) جہنم کی سب سے آخری (نچلی) تہ میں ہوں گے [1]۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے نفاق اکبر کی بعض صورتیں ذکر کی ہیں' چنانچہ فرماتے ہیں: ''ایک نفاق نفاق اکبر ہے جس کا مرتکب جہنم کی سب سے نچلی تہ میں ہوگا، جیسے عبد اللہ بن ابی وغیرہ کا نفاق، اور وہ نفاق یہ ہے کہ کھلے طور پر رسول اللہ ﷺ کو جھٹلائے' یا آپ کی لائی ہوئی شریعت کے بعض حصہ کا انکار کرے' یا آپ سے بغض رکھے' یا آپ کی اطاعت کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ رکھے' یا آپ کے دین کی پستی سے خوش ہو' یا آپ کے دین کا غلبہ اسے نہ بھائے اور اسی طرح کے دیگر امور جن کا مرتکب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ہی قرار پاتا ہے۔

یہ چیز رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں موجود تھی اور آپ کے بعد بھی باقی رہی، بلکہ آپ ﷺ کے بعد یہ چیز آپ کے عہد مسعود کی بہ نسبت کہیں زیادہ پائی گئی... [2]۔

امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''....رہا نفاق اعتقادی تو اس کی چھ قسمیں ہیں: رسول اللہ ﷺ کی تکذیب، یا رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں کی تکذیب، یا رسول اللہ ﷺ سے بغض ونفرت، یا رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین سے نفرت، یا رسول اللہ ﷺ کے دین کی پستی سے خوشی، یا رسول اللہ ﷺ کے دین کے غلبہ سے کراہت محسوس کرنا، چنانچہ ان چھ قسموں (میں سے کسی ایک) کا مرتکب جہنم کی سب

---

[1] جامع العلوم والحکم، لابن رجب رحمہ اللہ، ۲/۴۸۰۔

[2] مجموع فتاوی ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۲۸/۴۳۴۔

سے نچلی تہ والوں میں سے ہوگا''[1]۔

ان دونوں اماموں (ابن تیمیہ ومحمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ) کی ذکر کردہ تفصیلات سے نفاق اکبر کی درج ذیل قسمیں یا نشانیاں معلوم ہوئیں:

۱- رسول اللہ ﷺ کی تکذیب۔

۲- رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں کی تکذیب۔

۳- رسول اللہ ﷺ سے بغض ونفرت۔

۴- رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں سے نفرت۔

۵- رسول اللہ ﷺ کے دین کی پستی سے خوشی۔

۶- رسول اللہ ﷺ کے دین کے غلبہ سے کراہت وناپسندیدگی۔

۷- رسول اللہ ﷺ نے جن باتوں کی خبر دی ہے ان میں آپ کی تصدیق کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ رکھنا۔

۸- رسول اللہ ﷺ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان میں آپ کی اطاعت کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ رکھنا۔

ان کے علاوہ وہ سارے اعمال جن کے ملت اسلام سے خارج کرنے والے نفاق اکبر ہونے پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہیں[2]۔

---

[1] مجموعہ توحید از امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ وشیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب، ص: ۷۔

[2] دیکھئے: نواقض الاسلام الاعتقادیۃ وضوابط التکفیر عند السلف، از ڈاکٹر محمد بن عبداللہ الوہیبی ۲/۱۶۰۔

ثانیاً: نفاق اصغر (چھوٹا نفاق):

یہ عملی نفاق ہے، وہ اس طرح سے کہ کوئی انسان علانیہ (سامنے) نیکی ظاہر کرے اور اس کے خلاف پوشیدہ رکھے، اس نفاق کی اصل عبداللہ بن عمرو اور عائشہ رضی اللہ عنہم کی حدیث کی طرف لوٹتی ہے، اس نفاق کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) آدمی کسی سے کوئی بات کہے جس کی وہ تصدیق کرلے جب کہ وہ اس سے جھوٹ کہہ رہا ہو۔

(۲) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور اس کی دو قسمیں ہیں:

الف- یہ کہ وعدہ کرتے وقت ہی اس کی نیت وعدہ پورا کرنے کی نہ ہو، یہ وعدہ خلافی کی بدترین قسم ہے، اور اگر یہ کہے کہ میں ان شاء اللہ ایسا کروں گا جب کہ اس کی نیت نہ کرنے کی ہو، تو امام اوزاعی کے قول کے مطابق (بیک وقت) جھوٹ اور وعدہ خلافی دونوں ہوگی۔

ب- یہ کہ وعدہ کرے اور اس کی نیت (ابتداءً) وعدہ پورا کرنے کی ہو، پھر رائے بدل لے اور بلا کسی عذر کے وعدہ خلافی کر جائے۔

(۳) جب جھگڑا تکرار کرے تو بیہودہ گوئی سے کام لے، یعنی قصداً حق سے نکل جائے یہاں تک کہ حق باطل اور باطل حق ہو جائے، یہ دروغ گوئی پر آمادہ کرنے والی شئے ہے۔

(۴) جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے اور عہد پورا نہ کرے، خواہ مسلمانوں سے ہو یا غیر مسلموں سے، دھوکہ ہر عہد و پیمان میں حرام ہے، اگرچہ معاہد (جس فریق کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے) کافر ہی کیوں نہ ہو۔

(۵) امانت میں خیانت، چنانچہ جب مسلمان کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھی جائے تو

اس پر اس کی ادائیگی واجب ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نفاق اصغر مکمل طور پر ظاہر و باطن، دل و زبان اور دخول و خروج کے اختلاف پر مبنی ہے، اسی لئے سلف کی ایک جماعت نے کہا ہے: ''نفاق کا خشوع یہ ہے کہ تم دیکھو کہ جسم سے تو خشوع کا اظہار ہو رہا ہے لیکن دل خشوع سے خالی ہے'' [1]۔

یہ نفاق دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، بلکہ یہ (اصل) نفاق سے کمتر نفاق ہے، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا وعد أخلف، وإذا خاصم فجر'' [2]۔

چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ پائی جائیں گی وہ خالص (پکا) منافق ہوگا، اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب جھگڑا کرے تو بیہودہ گوئی کرے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا

---

[1] دیکھئے: جامع العلوم والحکم لابن رجب ۲/۴۸۰-۴۹۵، انھوں نے موضوع کی کما حقہ وضاحت کی ہے اور بہت سارے فوائد ذکر کئے ہیں، لہذا رجوع کریں، نیز دیکھئے: مجموعۃ التوحید، ص ۷۔

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱/۸۹ و صحیح مسلم، ۱/۷۸۔

ائتمن خان،،[1]۔

منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

چوتھا مطلب: قبروں کے پاس انجام دیجانے والی بدعات۔

پہلی قسم: میت سے حاجت براری کا سوال کرنا[2]، ایسا کرنے والے بت پرستوں کے زمرہ میں شامل ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلاَ يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلاَ تَحْوِيْلاًO أُولَـئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ ﴾[3]۔

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن وہ کسی تکلیف کو نہ تو تم سے دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی بدل سکتے ہیں، جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے۔

چنانچہ کسی بھی نبی، یا ولی، یا صالح (نیکوکار) کو پکارنے والا، اوران میں الوہیت کا تصور رکھنے والا اس آیت کریمہ کے حکم میں شامل ہے، کیونکہ یہ آیت کریمہ ہر اس شخص کو عام ہے جو

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱/۸۹ و صحیح مسلم، ۱/۷۸۔

② بدعت کی لغوی واصطلاحی تعریف اس کتاب کے ص (۸۹) میں ملاحظہ فرمائیں۔

③ سورۃ الاسراء: ۵۶، ۵۷۔

اللہ کے سوا کسی کو پکارے، حالانکہ وہ پکاری جانے والی ذات خود اللہ کے وسیلہ کی متلاشی، اس کی رحمت سے پُر امید، اور اس کے عذاب سے خائف ہو، لہٰذا جس کسی نے کسی مردہ، یا غائب نبی یا صالح (نیکوکار) کو استغاثہ (فریادرسی) یا کسی اور لفظ سے پکارا، تو اُس نے اُس شرک اکبر کا ارتکاب کیا جسے اللہ تعالیٰ توبہ کے بغیر معاف نہیں کرسکتا۔ جس کسی نے کسی نبی، یا صالح کی ذات میں غلو کیا، یا اس میں کسی بھی قسم کی عبادت کا تصور کیا، مثلاً یہ کہا کہ ''اے میرے فلاں سردار میری مدد کیجئے'' یا ''میری اعانت کیجئے'' یا ''میری فریاد سنئے'' یا ''مجھے روزی دیجئے'' یا ''میں آپ کی حفاظت میں ہوں'' وغیرہ، تو یہ ساری باتیں شرک باللہ اور ضلالت و گمراہی ہیں، اس کے مرتکب سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اسی لئے بھیجے ہیں اور کتابیں اسی لئے اتاری ہیں کہ دنیا میں صرف اسی کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کیا جائے۔

دوسری قسم: میت کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا، یہ دین اسلام میں ایک نو ایجاد بدعت ہے، البتہ یہ قسم پہلی قسم کی طرح نہیں ہے، کیونکہ یہ شرک اکبر تک نہیں پہنچتی، اور لوگ جو انبیاء و صالحین کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں: ''اے اللہ میں تجھ سے تیرے نبی، یا تیرے انبیاء، یا تیرے فرشتوں، یا تیرے نیک بندوں، یا شیخ فلاں کے حق یا اس کی حرمت کے وسیلہ سے، یا لوح و قلم کے واسطے سے تجھ سے دعا کرتا ہوں'' وغیرہ، تو یہ ساری باتیں بدترین قسم کی بدعات ہیں۔ سنت رسول ﷺ میں صرف اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، اعمال صالحہ (جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں اہل غار کے واقعہ میں وارد ہے) اور زندہ حاضر مومن و متقی کی دعا کا وسیلہ جائز ہے۔

تیسری قسم: کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ قبروں کے پاس دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں، یا مسجد میں دعا کرنے کی بہ نسبت وہاں دعا کرنا زیادہ افضل ہے، اور پھر اس غرض سے وہ قبروں کا قصد کرے، تو یہ ساری حرکتیں متفقہ طور پر حرام اور ناجائز ہیں، اس سلسلہ میں ائمہ اسلام میں کسی کا کوئی اختلاف ہمیں معلوم نہیں، چنانچہ یہ ایک ایسا عمل ہے جسے نہ تو اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے نہ اس کے رسول ﷺ نے، اور نہ ہی صحابہٴ کرام، تابعین اور ائمہ اسلام میں سے کسی نے انجام دیا ہے، صحابہٴ کرام عہد رسالت کے بعد کئی مرتبہ قحط سالی سے دوچار ہوئے، مصائب کا شکار ہوئے لیکن کبھی بھی رسول ﷺ کی قبر کے پاس نہ آئے، بلکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (رسول اللہ ﷺ کے چچا) عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے اور ان سے طلبِ باراں کے لئے دعا کروائی، سلف صالحین رحمہم اللہ قبروں کے پاس دعا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، چنانچہ علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس موجود ایک شگاف میں داخل ہوکر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں جسے میں نے اپنے والد اپنے دادا کے واسطے سے اللہ کے رسول ﷺ سے سنی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا تجعلوا قبري عيداً، ولا تجعلوا بيوتكم قبوراً، وصلّوا علي وسلموا حيثما كنتم، فسيَبْلُغني سلامكم وصلاتكم" [1]۔

---

[1] فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ، از امام اسماعیل قاضی، ص: ۳۴، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے اسی کتاب میں صحیح قرار دیا ہے، اور اس کی بہت ساری سندیں ہیں جنھیں اپنی کتاب "تحذير الساجد من اتخاذ القبور مساجد" (ص: ۱۴۰) میں ذکر فرمایا ہے۔

میری قبر کو عید (میلا ٹھیلا) نہ بناؤ، اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور جہاں کہیں بھی رہو مجھ پر درودو سلام بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا درودو سلام مجھے پہنچ جائے گا۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک جو روئے زمین پر پائی جانے والی تمام قبروں سے افضل ہے، اسے اللہ کے رسول ﷺ نے عید (میلا ٹھیلا) بنانے سے منع فرمایا ہے، تو دیگر قبروں کے پاس اس غرض سے جانا بدرجۂ اولیٰ حرام اور ممنوع ہوگا' خواہ وہ کسی کی قبر ہو[1]، نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تجعلوا بيوتكم قبوراً ولا تجعلوا قبري عيداً، وصلّوا علي فإن صلاتكم تبلُغني حيثما كنتم"[2]۔

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو عید (میلا ٹھیلا) نہ بناؤ، اور مجھ پر درود بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

تیسرا مبحث: تکفیری امور کی بنیادیں۔

تمام تکفیری اسباب چار نواقض میں داخل ہیں: قول' یا فعل' یا اعتقاد' یا شک اور تردد۔

امام دوراں سماحت مآب علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز- اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے- فرماتے ہیں: "اسلامی عقیدہ کے کچھ قوادح (خراب کرنے والے

---

① الدرر السنیہ فی الاجوبۃ النجدیہ، از عبدالرحمن بن قاسم، ۶/ ۱۶۵-۱۷۴۔

② سنن ابو داود، ۲/ ۲۱۸، و مسند احمد، ۲/ ۳۶۷، علامہ البانی نے اسے اپنی کتاب "تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد" (ص: ۱۴۲) میں حسن قرار دیا ہے۔

امور) ہیں' ان کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم تو وہ ہے جو اس عقیدہ کو توڑ دیتے اور اسے رائیگاں کر دیتے ہیں اور ان کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے- ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں- اور دوسری قسم وہ ہے جو اس عقیدہ میں نقص پیدا کرتے ہیں اور اسے کمزور کر دیتے ہیں:

پہلی قسم: دائرۂ کفر میں داخل کر دینے والی برائیاں:

نواقض اسلام دین اسلام سے مرتد ہونے کا سبب ہیں جنہیں ''نواقض'' کہا جاتا ہے' قول' عمل' عقیدہ اور شک سب ناقض ہو سکتا ہے۔

چنانچہ انسان کبھی کوئی بات کہہ کر یا کوئی عمل کر کے' یا کوئی عقیدہ رکھ کر یا شک وشبہ میں مبتلا ہو کر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، ان چاروں چیزوں میں سے کوئی ایسا ناقض سرزد ہو جاتا ہے جو انسان کے عقیدہ میں خلل انداز ہوتا ہے اور اسے ضائع کر دیتا ہے، اہل علم نے ان چیزوں کو اپنی کتابوں میں ''مرتد کے حکم کا بیان'' کے نام سے ذکر کیا ہے، اور اہل علم کا جو بھی مذہب یا فقہاء میں سے جو بھی فقیہ کتابیں تالیف کرتا ہے' عام طور سے جب حدود کا ذکر کرتا ہے تو مرتد کے حکم کا بیان ضرور کرتا ہے' یعنی وہ شخص جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے' یہی مرتد کہلاتا ہے' یعنی دین اسلام سے پھر جانے والا' ایسے شخص کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

''من بدل دینه فاقتلوه''۔

جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں روایت کیا ہے [1]۔

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱۳/ ۳۳۹، حدیث (۳۰۱۷)۔

نیز صحیحین میں ① ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا' پھر ان کے پیچھے معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجا، چنانچہ جب معاذ رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے فرمایا: تشریف لائیے اور ان کے لئے تکیہ لگوایا' انھوں نے دیکھا کہ وہیں ایک شخص بندھا ہوا ہے' فرمایا: یہ کیا بات ہے؟ انھوں نے جواب دیا: یہ یہودی تھا' پھر اسلام قبول کرلیا اور پھر دوبارہ اسلام سے مرتد ہوکر یہودی ہوگیا! انھوں (معاذ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا جب تک کہ اسے قتل نہ کردیا جائے' یہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے' انھوں نے فرمایا: ٹھیک ہے' آپ تشریف تو رکھیں! فرمایا: میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا جب تک کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ کے مطابق اسے قتل نہ کردیا جائے! (تین مرتبہ ایسا ہی ہوا) بالآخر انھوں نے حکم دیا اور اسے قتل کردیا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دین اسلام سے مرتد ہونے والا اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا' پہلے اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر وہ توبہ کرلے اور دین اسلام کی طرف پلٹ جائے تو الحمدللہ، اور اگر توبہ نہ کرے بلکہ اپنے کفر اور گمراہی پر اڑا رہے تو اسے قتل کردیا جائے گا اور فوری طور پر کیفر کردار (جہنم) تک پہنچایا جائے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''من بدل دینه فاقتلوه'' ②۔

جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کردو۔

---

① صحیح بخاری، حدیث (۹۶۲۳) وصحیح مسلم، حدیث (۱۷۳۳) [۱۵]، یہ الفاظ مسلم کے ہیں، کتاب الامارہ، باب فی النہی عن طلب الامارہ والحرص علیہا۔

② صحیح بخاری، حدیث (۳۰۱۷)۔

۱- قول کے سبب ارتداد:

دین اسلام کو باطل کرنے والے نواقض بے شمار ہیں، ان میں سے ایک قول ہے: جیسے اللہ تعالیٰ کو گالی دینا (برا بھلا کہنا)، یہ ایسی بات ہے جو اسلام کو باطل کر دیتی ہے، نیز اللہ کے رسول ﷺ کو گالی دینا، اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ پر لعنت کرنے' انہیں برا بھلا کہنے یا ان پر عیب لگانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ مثال کے طور پر یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم ہے' اللہ تعالیٰ بخیل ہے، اللہ تعالیٰ فقیر ومحتاج ہے، اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کو نہیں جانتا ہے' یا اسے بعض چیزوں پر قدرت نہیں ہے، یہ ساری باتیں دین اسلام سے مرتد کرنے والی ہیں۔

جس نے اللہ عزوجل کی تنقیص کی یا برا بھلا کہا' یا کسی طرح عیب جوئی کی تو ایسا شخص- ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں- کافر اور دین اسلام سے خارج ہے، یہ زبانی ارتداد ہے' جب انسان اللہ کو گالی دے (برا بھلا کہے) یا اس کا مذاق اڑائے یا اس کی تنقیص کرے یا اسے کسی ایسے وصف سے متصف کرے جو اس کے شایان شان نہیں' جیسے یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بخیل ہے' اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور ہم مالدار ہیں، اسی طرح اگر یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ بعض چیزیں نہیں جانتا ہے یا اسے بعض چیزوں پر قدرت نہیں ہے، یا اللہ کی صفات کا انکار کرے ان پر ایمان نہ لائے، تو ایسا شخص اپنے ان برے اقوال کے سبب مرتد ہو جائے گا۔

یا مثال کے طور پر یہ کہے کہ اللہ نے ہم پر نماز فرض نہیں کی ہے تو یہ بھی دین اسلام سے خروج ہے، جو شخص یہ کہے کہ اللہ عزوجل نے نماز فرض نہیں کی تو ایسا شخص مسلمانوں کے متفقہ فیصلہ کے مطابق مرتد ہو جائے گا' سوائے اس کے کہ اسے اس بات کا علم نہ ہو' وہ مسلمانوں سے دور ہو، نہ جانتا ہو تو اسے اس کی تعلیم دی جائے گی، لیکن اگر بتانے کے باوجود وہ اسی پر

مصر ہوتو کافر ہو جائے گا، البتہ اگر وہ مسلمانوں کے درمیان رہتا ہوا سے دینی مسائل کا علم ہو، اور کہے کہ نماز فرض نہیں ہے، تو ایسا شخص اسلام سے مرتد ہے' اس سے توبہ کرائی جائے گی اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

یا یہ کہے کہ لوگوں پر زکاۃ فرض نہیں ہے' یا یہ کہے کہ لوگوں پر ماہ رمضان کے روزے فرض نہیں ہیں' یا یہ کہے کہ استطاعت کے باوجود مسلمانوں پر حج فرض نہیں ہے' تو یہ ساری باتیں کہنے والا بالاتفاق کافر ہو جائے گا، اس سے توبہ کرائی جائے گی' اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا- ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں-، یہ ساری باتیں قولی (زبانی) ارتداد ہیں۔

۲- فعل کے سبب ارتداد:

عملی ارتداد: جیسے نماز کا ترک کرنا' چنانچہ انسان کا نماز نہ پڑھنا خواہ وہ اس بات کا اقرار بھی کرتا ہو کہ نماز فرض ہے، لیکن پڑھتا نہ ہوتو اہل علم کے صحیح قول کے مطابق ایسا شخص دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة، فمن تركها فقد كفر"۔

ہمارے اوران کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے' جس نے اسے ترک کر دیا اس نے کفر کیا۔

اس حدیث کو امام احمد' ابوداود' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے[1]، نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

---

[1] مسند احمد، ۵/ ۳۴۶، جامع ترمذی، ۵/ ۱۴، حدیث (۲۶۲۳)، سنن النسائی، ۱/ ۲۳۱، ۲۳۲، وسنن ابن ماجہ، حدیث (۱۰۷۹) بروایت بریدہ رضی اللہ عنہ، نیز دیکھئے: صحیح سنن ترمذی، ۲/ ۳۲۹۔

"بین الرجل وبین الکفر والشرک ترک الصلاۃ"۔

آدمی اور کفر وشرک کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے [1]۔

شقیق بن عبداللہ عقیلی رحمہ اللہ۔جن کی جلالت شان مسلم ہے۔فرماتے ہیں: "محمد ﷺ کے صحابہ اعمال میں سے کسی بھی چیز کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے نماز کے"۔

اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے [2] اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ ایک عملی ارتداد ہے یعنی نماز کو قصداً ترک کر دینا۔

اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ کوئی قرآن کریم کی بے حرمتی کرے' اس کی بے ادبی کرتے ہوئے اس پر بیٹھے' یا جان بوجھ کر اسے نجاست اور گندگی میں لت پت کرے یا اس کی توہین کرتے ہوئے اسے اپنے پیروں سے روندے' تو ایسا شخص ان اعمال کے سبب دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا۔

نیز عملی ارتداد کے ضمن میں یہ بھی ہے کہ کوئی اہل قبر کی قربت کے لئے ان کی قبروں کا طواف کرے، یا ان کے لئے یا جنوں کے لئے نماز پڑھے' یہ عملی ارتداد ہے، البتہ انہیں پکارنا' ان سے مدد طلب کرنا اور ان کے لئے نذر و نیاز ماننا وغیرہ قولی ارتداد ہے۔

رہا مسئلہ اس شخص کا جو اللہ کی عبادت کی نیت سے قبروں کا طواف کرے' تو یہ دین اسلام میں بدترین قسم کی بدعت ہے' یہ ارتداد نہیں ہے بلکہ دین میں ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے

---

① صحیح مسلم، ۱/ ۸۸، حدیث (۸۲)۔

② سنن ترمذی، حدیث (۲۶۲۴)۔

بشرطیکہ وہ اس کے ذریعہ قبر والے کی قربت نا چاہتا ہو بلکہ محض جہالت کی بنیاد پر اللہ کی قربت کے حصول کی خاطر ایسا کیا ہو۔

کفر عملی ہی کے قبیل سے یہ بھی ہے کہ انسان غیر اللہ کے لئے ذبح کرے اور قربانیوں کے ذریعہ غیر اللہ ہی کی قربت حاصل کرے، اونٹ یا بکری یا مرغی یا گائے اہل قبر سے قربت اور ان کی عبادت کے غرض سے ذبح کرے یا جنوں کی عبادت کے لئے ذبح کرے یا ستاروں کی قربت کی غرض سے ان کے لئے ذبح کرے ان تمام صورتوں میں چونکہ (جانور) غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہے اس لئے وہ مردار اور حرام ہے اور یہ عمل کفر اکبر ہے۔ ہم اللہ سے عافیت مانگتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں اسلام سے ارتداد کی قسموں میں سے اور عملی نواقض ہیں۔

۳- عقیدہ کے سبب ارتداد:

عقیدہ یعنی انسان جن باتوں کا محض اپنے دل میں عقیدہ رکھے اس کو عملاً انجام نہ بھی دے اور زبان سے نہ بھی کہے اس کے ذریعہ ارتداد کی قسموں میں سے یہ ہے کہ مثال کے طور پر وہ اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل محتاج اور فقیر ہے یا بخیل ہے یا ظالم ہے گرچہ اسے اپنی زبان سے نہ کہے عملاً اسے انجام نہ دے محض اپنے اس فاسد عقیدہ ہی کی بنیاد پر مسلمانوں کے متفقہ فیصلہ کے مطابق کافر ہو جائے گا۔

یا اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ بعث (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا) اور نشور (میدان محشر میں اکٹھا کیا جانا) کوئی چیز نہیں اور اس سلسلہ میں جو باتیں آتی یا بیان کی جاتی ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں یا اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ جنت یا جہنم کا کوئی وجود نہیں اور نہ ہی کسی دوسری زندگی کا کوئی تصور ہے جب انسان ان باتوں کا دل میں عقیدہ رکھے گا خواہ

زبان سے نہ بھی کہے تو - ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں - وہ کافر اور دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا' اس کے سارے اعمال ضائع اور برباد ہو جائیں گے اور اس فاسد عقیدہ کی بنا پر اس کا ابدی ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

اسی طرح اگر اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے - گرچہ زبان سے نہ بھی کہے - کہ محمد ﷺ سچے نبی نہیں ہیں، یا وہ آخری نبی نہیں ہیں' یا ان کے بعد بھی انبیاء مبعوث کئے جائیں گے' یا یہ عقیدہ رکھے کہ مسیلمہ کذاب سچا نبی تھا' تو ایسا شخص اس عقیدہ کی بنیاد پر کافر ہو جائے گا۔

یا اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ نوح' یا موسیٰ یا عیسیٰ یا ان کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سب کے سب یا ان میں سے کوئی جھوٹا تھا' تو ایسا شخص دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا۔

یا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی اور کو پکارنے میں کوئی حرج نہیں جیسے انبیاء یا ان کے علاوہ دیگر لوگ' یا سورج اور ستارے یا ان کے علاوہ کوئی اور چیز، اگر کوئی شخص اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے تو وہ دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ذَلِکَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ﴾ [1]۔

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اس کے علاوہ جسے یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَإِلَـهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ [2]۔

---

① سورۃ الحج:٦٢۔

② سورۃ البقرہ:١٦٣۔

اور تمہارا معبود حقیقی ایک ہی ہے جس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إِيَّاکَ نَعْبُدُ وإِيَّاکَ نَسْتَعِينُ﴾[1]۔

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَقَضَى رَبُّکَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾[2]۔

تمہارے رب نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾[3]۔

لہٰذا اللہ کو پکارو اس کے لئے دین کو خالص کر کے اگرچہ کافروں کو گراں گزرے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْکَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾[4]۔

---

① سورۃ الفاتحہ:۵۔

② سورۃ الاسراء:۲۳۔

③ سورۃ غافر (المومن):۱۴۔

④ سورۃ الزمر:۶۵۔

یقیناً آپ کی طرف اور جولوگ آپ سے پہلے تھے ان کی طرف وحی کی گئی تھی کہ اگر آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور لازمی طور پر آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اس معنیٰ کی آیات بے شمار ہیں۔

لہٰذا جس نے یہ گمان کیا یا عقیدہ رکھا کہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی فرشتہ یا نبی یا درخت یا جن یا اس کے علاوہ کسی اور چیز کی عبادت کرنی جائز ہے تو ایسا شخص کافر ہے، اور اگر یہ بات وہ زبان سے کہہ بھی دے تو وہ بیک وقت زبان اور عقیدہ دونوں سے کافر ہو جائے گا۔ اور اگر وہ اس کام کو عملاً انجام بھی دے دے اور غیر اللہ کو پکارے اور غیر اللہ سے فریاد کرے تو قول، عمل اور عقیدہ سب سے کافر ہو جائے گا، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

اور اسی قبیل سے قبر پرستوں کے وہ اعمال بھی ہیں جنہیں آج کل وہ بہت سے ممالک میں مردوں کو پکارنے، ان سے فریاد کرنے اور ان سے مدد طلب کرنے کی شکل میں انجام دیتے ہیں، چنانچہ کوئی کہتا ہے: ''اے میرے سردار! مدد کیجئے، مدد کیجئے، اے میرے سردار! میری فریاد سنئے، میری فریاد سنئے، میں آپ کے پاس ہوں، میرے مریض کو شفا دیجئے، میری کھوئی ہوئی چیز کو واپس لوٹا دیجئے، میرے دل کی اصلاح کیجئے''۔

مردوں کو- جنھیں وہ اولیاء کا نام دیتے ہیں- پکارتے ہیں اور ان سے یہ (مذکورہ) سوالات کرتے ہیں، انھوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک کیا، اللہ عزوجل کی شان عظمت اس سے بلند تر ہے۔

چنانچہ یہ ساری چیزیں زبان، عقیدہ اور عمل کا کفر ہیں۔

اور بعض لوگ دوری اور دور دراز شہروں اور ملکوں سے پکارتے ہیں اور کہتے ہیں: اے اللہ کے رسول ﷺ میری مدد کیجئے!...وغیرہ، اور بعض لوگ آپ کی قبر کے پاس آ کر کہتے ہیں: اے اللہ کے رسول! میرے بیمار کو شفا دیجئے، اے اللہ کے رسول! مدد کیجئے' مدد کیجئے' ہمارے دشمنوں کے خلاف ہماری مدد کیجئے، ہم جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں آپ ان سے بخوبی واقف ہیں، لہٰذا ہمارے دشمنوں کے خلاف ہماری مدد فرمایئے۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے' غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' یہ ساری چیزیں زبان وعمل کا شرک ہیں، اور اگر انسان اس کے ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھے کہ ایسا کرنا جائز ہے' اس میں کوئی حرج نہیں' تو وہ ایسا شخص قول' عمل اور عقیدہ ہر طرح سے کافر ہو جائے گا، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

۴- شک وشبہہ کے سبب ارتداد:

ہم نے (آپ کے سامنے) قول' عمل اور عقیدہ کے سبب ہونے والا ارتداد پیش کیا، جہاں تک شک کے سبب ارتداد کا مسئلہ ہے تو وہ یوں ہے کہ مثال کے طور پر کوئی کہے: میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ حق ہے یا نہیں؟...مجھے شک ہے! تو ایسا شخص شک کے سبب کافر ہو جائے گا، یا یہ کہے کہ: میں نہیں جانتا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا حق یا نہیں؟ یا یہ کہے کہ: مجھے نہیں معلوم کہ جنت وجہنم حق ہیں یا نہیں؟...میں نہیں جانتا' مجھے شک ہے؟ تو اس قسم کے آدمی سے توبہ کروائی جائے گی' اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے کفر کے سبب قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ اس نے نص اور اجماع کے ذریعہ اسلام میں ایک بدیہی طور پر معلوم چیز کے بارے میں شک کیا ہے۔

جو شخص اپنے دین میں شک کرے اور کہے کہ میں نہیں جانتا کہ کیا اللہ حق ہے؟ یا رسول حق ہے؟ آیا وہ سچے ہیں یا جھوٹے؟ یا یہ کہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ کیا وہ آخری نبی تھے؟ یا یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ مسیلمہ جھوٹا تھا یا نہیں؟ یا یہ کہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ کیا اسود عنسی -جس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا- جھوٹا تھا یا نہیں؟ یہ تمام شکوک دین اسلام سے ارتداد کا سبب ہیں، ان کے مرتکب سے توبہ کرائی جائے گی، اور اس کے سامنے حق کھول کھول کر بیان کیا جائے گا، اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا۔

اسی طرح اگر یہ کہے کہ مجھے نماز کے بارے میں شک ہے کہ وہ واجب ہے یا نہیں؟ اور زکاۃ واجب ہے یا نہیں؟ اور ماہ رمضان کے روزوں کے بارے میں شک ہے کہ وہ واجب ہے یا نہیں؟ یا استطاعت کے باوجود حج کے بارے میں شک کرے کہ کیا وہ عمر میں ایک مرتبہ واجب ہے یا نہیں؟ تو یہ تمام شکوک کفر اکبر ہیں، ان کے مرتکب سے توبہ کرائی جائے گی اگر توبہ کرلے اور ایمان لے آئے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

''**من بدل دينه فاقتلوه**''۔

جو اپنا دین تبدیل کرلے اسے قتل کردو۔

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے [1]۔

لہٰذا ان تمام باتوں یعنی نماز، زکاۃ، روزہ اور حج کے بارے میں یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ یہ حق اور تمام مسلمانوں پر شرعی شروط کی روشنی میں واجب ہیں [2]۔

---

① صحیح بخاری، حدیث (۳۰۱۷)۔

② دیکھئے: عقیدہ کی خرابیاں اور ان سے بچنے کے طریقے، از سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، ص ۲۷ تا ۴۲، معمولی تصرف کے ساتھ۔

رہا عارضی وسوسہ اور دل کے کھٹکے تو ان سے کوئی نقصان نہیں ہوتا بشرطیکہ مومن انہیں دفع کرتا رہے اور ان سے اظہار اطمینان نہ کرے اور وہ اس کے دل میں پیوست نہ ہونے پائیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''إن الله تجاوز لأمتي ما حدثت به أنفسها ما لم يتكلموا أو يعملوا به'' [1]۔

اللہ تعالیٰ نے میری امت کے جی میں پیدا ہونے والے خیالات کو معاف کر دیا ہے جب تک کہ وہ اسے کہہ نہ دیں یا اس پر عمل نہ کرلیں۔

اور ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ درج ذیل اعمال کرے:

۱- شیطان سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگے [2]۔

۲- نفس میں پیدا ہونے والی چیزوں سے باز رہے [3]۔

۳- کہے: میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا [4]۔

دوسری قسم: دائرۂ کفر میں نہ داخل کرنے والی برائیاں۔

یہ چیزیں ایمان کو کمزور اور اس میں نقص پیدا کرتی ہیں نیز اس کے مرتکب کو جہنم اور اللہ کے غیظ وغضب کا مستحق بناتی ہیں، لیکن ان کا مرتکب کافر نہیں ہوتا ہے، جیسے سود خوری اور دیگر

---

① صحیح مسلم، ۱/۱۲۰۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، ۶/۳۳۶ و صحیح مسلم، ۱/۱۲۰۔

③ صحیح بخاری مع فتح الباری، ۶/۳۳۶ و صحیح مسلم، ۱/۱۲۰۔

④ صحیح مسلم، ۱/۱۱۹ تا ۱۲۰۔

حرام امور کا ارتکاب مثلاً زنا کاری اور بدعات وغیرہ' بشرطیکہ اس کا ایمان ہو کہ وہ حرام ہے' اسے حلال نہ سمجھے' اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ ایسا کرنا حلال ہے تو وہ کافر ہو جائے گا، اس کے علاوہ اور دیگر اعمال جیسے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی مناسبت سے جشن منانا' یہ ایک بدعت ہے جسے چوتھی صدی ہجری اور اس کے بعد میں لوگوں نے ایجاد کیا ہے' تو یہ تمام چیزیں عقیدہ کو مضمحل کرنے کا سبب ہیں' البتہ اگر میلاد کے اس جشن میں رسول کریم ﷺ سے فریاد کی جائے تو یہ بدعت کی پہلی قسم میں سے یعنی دین اسلام سے خارج کرنے والی ہوگی۔

نیز اسی طرح دوسری قسم میں سے بدشگونی لینا بھی ہے جیسے زمانۂ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے، اللہ عزوجل نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَن مَّعَكَ قَالَ طَائِرُكُمْ عِندَ اللَّهِ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ﴾[1]۔

انھوں نے کہا ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں' آپ نے فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے یہاں ہے' بلکہ تم فتنے میں پڑے ہوئے لوگ ہو۔

چنانچہ بدشگونی کفر سے کمتر شرک ہے...، اسی طرح اسراء و معراج کی شب میں جشن منانا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد''[2]۔

---

[1] سورۃ النمل: ۴۷۔

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری، ۵/۳۰۱ و صحیح مسلم، ۳/۱۳۴۳۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ چیز مردود ہے۔

گفتگو مختصراً ختم ہوئی [1]۔

☆☆☆☆

---

[1] القوادح فی العقیدہ، از علامہ ابن باز، یہ دراصل ایک تقریر ہے جسے آں موصوف نے جامع کبیر میں ماہ صفر ۱۴۰۳ھ میں کی تھی، یہ تقریر میری پرسنل لائبریری میں رکارڈ شدہ موجود ہے، الحمدللہ بعد میں یہ تقریر ۱۴۱۶ھ میں ''القوادح فی العقیدہ ووسائل السلامۃ منھا'' (عقیدہ کی خرابیاں اور ان سے بچنے کے طریقے) کے نام سے کتابچہ کی شکل میں شائع بھی ہوئی، اس کی اشاعت اور مولف پر پیش کرنے کی ذمہ داری شیخ خالد بن عبدالرحمن شائع نے نبھائی، اللہ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

تیسرا باب:

اہل قبلہ کی تکفیر میں

لوگوں کے مواقف اور ان کا جائزہ

پہلی فصل: تکفیر کے باب میں لوگوں کے مواقف

پہلا مبحث: خوارج اوران کی رائے۔

خوارج کو ''حروراء'' نامی ایک گاؤں کی طرف منسوب کرتے ہوئے جس سے وہ نکلے تھے ''حروریہ'' کہا جاتا ہے' اور امام حق جس پر (مسلمانوں کی) جماعت متفق ہو کے خلاف بغاوت کرنے والے ہر شخص کو خارجی کہا جاتا ہے[1]' خواہ بغاوت صحابۂ کرام کے زمانہ میں ائمۂ راشدین کے خلاف ہو یا ان کے بعد ان کے سچے متبعین کے خلاف' یا ہر زمانہ کے ائمہ کے خلاف ہو[2]۔

اور جب خوارج میں اختلاف ہوا تو وہ بیس فرقوں میں تقسیم ہو گئے[3] ان میں سے بڑے فرقے محکمہ' ازارقہ' نجدات' بیہسیہ' عجاردہ' ثعالبہ' اباضیہ اور صفریہ وغیرہ ہیں اور بقیہ ان کی فرع ہیں جن کا متفقہ عقیدہ عثمان وعلی رضی اللہ عنہما سے براءت کا اظہار ہے' جسے وہ ہر اطاعت پر مقدم رکھتے ہیں اور اسی بنیاد پر شادی بیاہ کو صحیح قرار دیتے ہیں' اور کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کو کافر سمجھتے ہیں[4]' ان کے خون ومال کو حلال سمجھتے ہیں اور گنہ گاروں کے ہمیشہ ہمیش واصل جہنم

---

① جب گنہ گار مسلمانوں کی تکفیر کرے' تفصیل کے لئے اس کتاب کا ص (۵۹) ملاحظہ فرمائیں۔

② الملل والنحل للشہرستانی، ۱/۱۴۴، انھوں نے تمام فرقوں اور ہر فرقہ کا مذہب وعقیدہ ذکر کیا ہے۔

③ الفرق بین الفرق، لعبدالقاہر بن طاہر بغدادی، ص ۲۴، انھوں نے بھی فرقوں کے نام ذکر کیے ہیں، ص ۲۴، ۳۷۔

④ الملل والنحل لابی الفتح محمد بن عبدالکریم الشہرستانی، ۱/۱۱۵۔

رہنے کے قائل ہیں، اور ان کا خیال یہ ہے کہ سنت جو قرآن کے ظاہر کے خلاف ہے خواہ متواتر ہی کیوں نہ ہو' کو چھوڑ کر صرف قرآن کریم کی اتباع کی جائے گی' نیز وہ اپنے مخالفین کو کافر گردانتے ہیں اور اس کا وہ سب کچھ حلال سمجھتے ہیں جو اصلی کافر کا بھی نہیں سمجھتے (کیونکہ ان کے نزدیک وہ مرتد ہے)[1]، اور امیر مسلم اگر سنت کی مخالفت کر دے تو اس کے خلاف بغاوت کرنا واجبی حق سمجھتے ہیں[2]۔

خوارج اپنے مذہب کے اختلاف کے باوجود علی' عثمان' اہل جمل' دونوں حکم اور جو تحکیم سے راضی ہو اور جو دونوں حکم یا دونوں میں سے ایک کو درست قرار دے اس کی تکفیر اور ظالم حاکم کے خلاف بغاوت کے وجوب پر متفق ہیں... اور کعبی نے جو ان کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کی تکفیر پر اجماع کی بات نقل کی ہے وہ غیر مقبول ہے' صحیح بات وہ ہے جو ابو الحسن نے نقل کی ہے' کعبی نے مرتکبین کبائر کی تکفیر پر خوارج کے اجماع کے دعویٰ میں غلطی کی ہے کیونکہ خوارج میں سے فرقۂ نجدات اپنے موافقین میں سے اہل حدود کی تکفیر نہیں کرتا بلکہ وہ کہتا ہے کہ ان کے موافقین میں سے کبیرہ کا مرتکب، کافر دین نہیں بلکہ کافر نعمت ہے[3]۔

عبد القاہر بن طاہر تمیمی بغدادی فرماتے ہیں: ''قدیم محکّمہ علی' عثمان' طلحہ' زبیر' وعائشہ رضی اللہ عنہم' اصحاب جمل' معاویہ رضی اللہ عنہ' دونوں حکم اور اس امت کے گنہ گاروں کی تکفیر کے قائل تھے' اور معاملہ اسی حد تک تھا یہاں تک کہ ان میں سے ازارقہ کا ظہور ہوا، ان کا عقیدہ

---

① فتاویٰ ابن تیمیہ، ۳/ ۳۳۵، نیز دیکھئے: الاجوبۃ المفیدہ علی اسئلۃ العقیدہ للجطیلی، ص ۵۸ تا ۶۰۔

② الملل والنحل للشہرستانی، ۱/ ۱۱۵۔

③ الفرق بین الفرق، ص ۷۳، ۷۴۔

تھا کہ ان کے مخالفین اور اسی طرح موافقین میں سے کبائر کے مرتکبین مشرک ہیں، اور وہ اپنے مخالفین میں سے عورتوں اور بچوں کے قتل کو حلال نیز انہیں ہمیشہ ہمیش کے لئے مستحق جہنم سمجھتے تھے [1]۔

خوارج اور معتزلہ وغیرہ نے کفر اور فسق اصغر کے جن نصوص کو اپنا کر ان سے کفر اکبر پر استدلال کیا ہے وہ ان کے فاسد عقول، دوراز کار اذہان اور (حق کی قبولیت سے) بند دلوں کی اپج اور پیداوار ہے، انھوں نے وحی کے نصوص کو باہم دے مارا اور فتنہ اور تاویل کی غرض سے اس میں سے متشابہ (غیر واضح) کی اتباع کرتے ہیں، خوارج کہتے ہیں کہ کسی گناہ کبیرہ مثلاً زنا یا شراب نوشی یا سود خواری پر اصرار کرنے والا کافر، مرتد اور دین اسلام سے بالکلیہ خارج ہوجاتا ہے، نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا خواہ وہ اللہ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کا اقرار کرتا ہو، اور خواہ وہ نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو، زکاۃ ادا کرتا ہو، حج کرتا ہو، جہاد کرتا ہو، وہ ابلیس، اس کے لشکر، فرعون، ہامان اور قارون کے ساتھ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا [2]۔

انھوں نے قرآنی آیات کی تفسیر اس انداز میں کی ہے کہ جس سے کبائر کے مرتکبین کی تکفیر کے سلسلہ میں ان کے قول کی تائید ہو سکے، جیسے فرمان باری:

﴿وَمَن يَكْفُرْ بِالإِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ﴾ [3]۔

---

① اصول الدین لابی منصور عبد القاہر بن طاہر البغدادی، ص ۳۳۲۔

② معارج القبول بشرح سلم الوصول الی علم الاصول فی التوحید، ۲/ ۴۲۰۔

③ سورۃ المائدہ: ۵۔

اور جو ایمان سے کفر کرے اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

نیز اللہ کا فرمان:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ﴾[1]۔

اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے، تو تم میں سے کچھ کافر ہیں اور کچھ مومن۔

چنانچہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کفر اور ایمان کے مابین کوئی تیسرا درمیانی درجہ و منزلہ نہیں بنایا ہے، لہٰذا جس نے کفر کیا اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ مشرک ہے، اور ایمان رأس العمل اور اولین فرض ہے... اور جس نے اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا اس کا عمل اور ایمان ضائع ہو گیا، اور جس کا عمل ضائع ہو گیا وہ بے ایمان ہے' اور جس کے پاس ایمان نہیں وہ مشرک اور کافر ہے[2]۔

خوارج کی دلیلوں میں سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

"لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن، ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن"[3]۔

زنا کار زنا کاری کے وقت مومن نہیں رہتا' چور چوری کے وقت مومن نہیں رہتا اور شراب خور شراب خوری کے وقت مومن نہیں رہتا۔

ان کی تردید ان شاء اللہ آراء کے تجزیہ و مناقشہ کے فصل میں آئے گی[4]۔

---

[1] سورۃ التغابن:۲۔

[2] الخوارج-الاصول التاریخیہ لمسئلۃ تکفیر المسلم، ص۳۰۔

[3] صحیح مسلم، ۱/۷۶۔

[4] دیکھئے: ص (۱۹۲)۔

دوسرا مبحث: معتزلہ اور ان کی رائے۔

رہے حق سے منحرف قدریہ (معتزلہ) تو یہ بیس فرقوں میں تقسیم ہیں جن میں سے ہر فرقہ اپنے علاوہ تمام فرقوں کی تکفیر کرتا ہے، بعض چیزیں ان میں متفق علیہ ہیں' ان میں سے ان کا اس دعویٰ پر اتفاق بھی ہے کہ امت مسلمہ کا فاسق شخص دو درجوں کے درمیانی درجہ میں ہوتا ہے [1]۔

معتزلہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک شخص حسن بصری رحمہ اللہ [2] کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے دین کے امام! ہمارے زمانہ میں ایک ایسی جماعت کا ظہور ہوا ہے جو کبائر کے مرتکبین کو کافر کہتی ہے، اور کبیرہ اس کے نزدیک ایسا کفر ہے جو ملت سے خارج کر دیتا ہے- یہ خوارج میں سے فرقۂ وعیدیہ ہے- اور ایک ایسی جماعت ظاہر ہوئی ہے جو کبیرہ کے مرتکبین کو امید دلاتی ہے اور گناہ کبیرہ اس کے نزدیک کچھ بھی نقصان نہیں پہنچاتا' بلکہ اس کے عقیدہ و مذہب کے مطابق عمل ایمان کے ارکان میں سے نہیں ہے' اور جس طرح کفر کے ساتھ اطاعت (نیکی) فائدہ نہیں پہنچاتی اسی طرح ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچاتا - یہ امت کی وہ جماعت ہے جو ''ارجاء''یعنی عمل کو ایمان سے خارج کرنے کی قائل ہے- تو آپ ہمیں اس

---

① الفرق بین الفرق، ص ۲۴، فرقوں کے نام ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' واصلیہ، عمرویہ، ہذلیہ، نظامیہ، مرداریہ، عمریہ، بشریہ، ثمامیہ، جاحظیہ، اسواریہ، اسکافیہ، جعفریہ، خیاطیہ، شحامیہ، ہشامیہ، اصحاب صالح قبہ، مریسیہ، کعبیہ، جبائیہ اور ابو ہاشم بن الجبائی کی طرف منسوب بہشمیہ''، الفرق بین الفرق، ص ۱۱۴ و ص ۲۴، نیز دیکھئے: الملل والنحل للشہرستانی، ۱/۴۳ تا ۸۵۔

② حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات سنہ ۱۱۰ ہجری میں ہوئی۔

بارے میں کس عقیدہ کی رہنمائی کرتے ہیں؟

حسن بصری رحمہ اللہ نے اس بارے میں غور کیا لیکن جواب دینے سے پہلے ہی واصل بن عطاء نے کہا: کبیرہ کا مرتکب نہ مطلق مومن ہے اور نہ ہی مطلق کافر' بلکہ وہ دونوں مقامات کے درمیان ایک تیسرے مقام میں ہے' نہ مومن ہے اور نہ کافر، پھر کھڑا ہوا اور مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے پاس الگ تھلگ ہوکر حسن کے شاگردوں کی ایک جماعت کو اپنا جواب سمجھانے اور اس کی مزید وضاحت کرنے لگا' تو حسن رحمہ اللہ نے فرمایا: "**اعتزلنا واصل**" واصل ہم سے الگ ہو گیا، چنانچہ وہ اور اس کے متبعین ''معتزلہ'' کے نام سے موسوم ہوئے[1]۔

یہ لوگ صفات باری کے منکر ہیں' کہتے ہیں وہ (اللہ) اپنے آپ عالم' اپنے آپ قادر اور اپنے آپ زندہ ہے... الخ، آخرت میں گنہ گاروں کے حکم کے بارے میں ان کا مذہب خوارج کے مذہب کے موافق ہے' اور وہ ہے گنہ گاروں کے جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہنے کا' رہا دنیا میں تو وہ خوارج کی طرح فاسقوں کا خون و مال حلال نہیں سمجھتے، لیکن وہ گنہ گاروں کو ایمان سے خارج کرنے میں خوارج کے موافق اور ان کے کفر میں داخل ہونے میں ان کے مخالف ہیں، چنانچہ معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ ایمان سے خارج ہو گئے لیکن کفر میں داخل نہ ہوئے، لہذا وہ دو منزلوں کے مابین ایک منزلہ میں ہیں۔

رہے خوارج تو وہ گناہ کبیرہ کی بنیاد پر فاسقوں کو ایمان سے خارج کر کے انہیں کفر میں داخل کر دیتے ہیں[2]' جبکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ گنہ گار لوگ نہ مومن ہیں اور نہ ہی کافر' بلکہ ہم

---

① الملل والنحل للشہرستانی، ۱/ ۴۸۔

② الاجوبۃ المفیدہ علی اسئلۃ العقیدہ للجطیلی، ص ۵۹، وشرح عقیدہ طحاویہ، ص ۳۵۶۔

انہیں فاسق کہتے ہیں، چنانچہ انھوں نے فسق کو (کفر وایمان) دونوں منزلوں کے درمیان ایک منزلہ قرار دیا' لیکن (دنیا کی طرح) آخرت میں دو منزلوں کے درمیان ایک منزلہ کا فیصلہ نہ کیا بلکہ خوارج کی طرح ہمیشہ ہمیش کے لئے مستحق جہنم قرار دیا، خلاصہ کلام یہ کہ انھوں نے زبانی طور پر ان کی مخالفت کی اور حقیقت میں ان کی موافقت' اور سب کے سب خطا کار اور گمراہ قرار پائے [1]۔

معتزلہ کے عقیدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ کبیرہ کا مرتکب دنیا میں دو منزلوں کے درمیان ایک منزلہ میں ہوگا جبکہ اگر توبہ نہ کرے تو قیامت کے روز ہمیشہ ہمیش کے لئے مستحق جہنم ہوگا [2]۔

مرتکب کبیرہ کے مومن نہ ہونے کی بابت معتزلہ کی دلیلوں میں سے اللہ عزوجل کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [3]۔

تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے خواہشمند رہتے ہیں' ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

چنانچہ - قاضی عبدالجبار کے تبصرہ کے مطابق - رسول اللہ ﷺ کے لئے جائز نہیں کہ وہ

---

[1] معارج القبول بشرح سلم الوصول فی التوحید ۲/۴۲۱۔

[2] موقف المعتزلہ من السنۃ النبویہ ومواطن انحرافهم عنها، ص ۱۴۰، ۹۹/ وان ایڈیشن، دار اللواء۔

[3] سورۃ التوبہ: ۱۲۸۔

کبائر کے مرتکبین میں سے جن پر حد قائم کریں اور لعنت کریں' ان پر مہربان اور رحم کرنے والے ہوں، اسی طرح معتزلہ چند احادیث سے بھی استدلال کرتے ہیں، ان میں سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

"لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن، ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن"[1]۔

زنا کار زنا کاری کے وقت مومن نہیں رہتا' چور چوری کے وقت مومن نہیں رہتا اور شراب خور شراب خوری کے وقت مومن نہیں رہتا۔

نیز یہ فرمان:

"لا إيمان لمن لا أمانة له، ولا دين لمن لا عهد له"[2]۔

بے ایمان ہے وہ شخص جس کے پاس امانت نہیں' اور بے دین ہے وہ شخص جس کے پاس عہد و پیمان نہیں۔

رہیں گنہ گاروں کے ہمیشہ ہمیش کے لئے مستحق عذاب جہنم ہونے کے بارے میں معتزلہ کی دلیلیں تو ان میں سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"من قتل نفسه بحديدة فحديدته في يده يتوجأ بها في بطنه في نار جهنم خالداً مخلداً فيها أبداً، ومن شرب سما فقتل نفسه فهو يتحساه في نار جهنم، خالداً خلداً فيها أبداً، ومن تردى من جبل

---

① صحیح مسلم، ۱/۷۶۔

② مسند احمد، ۳/۱۳۵، علامہ البانی نے اسے صحیح الجامع (۶/۱۲۳ حدیث/۷۰۵۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

فقتل نفسه فهو يتردى في نار جهنم خالداً مخلداً فيها أبداً" ①۔
جس نے کسی لوہے کے ذریعہ خودکشی کی اس کا لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور جس نے زہر پی کر خودکشی کی وہ اسے جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش گھونٹتا رہے گا، اور جس نے پہاڑ سے کود کر خودکشی کی وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیش کودتا رہے گا۔

نیز فرمان نبوی ﷺ:

"يدخل أهل الجنة الجنة، ويدخل أهل النار النار، ثم يقوم مؤذن بينهم فيقول: يا أهل الجنة لا موت، ويا أهل النار لاموت، كل خالد فيما هو فيه" ②۔
جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے، پھر ایک آواز لگانے والا کہے گا: اے جنتیو! اب موت نہیں آنی ہے، اے دوزخیو! اب موت نہیں آنی ہے، سب کے سب جس (نعمت وعذاب) میں ہیں اسی میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔
معتزلہ کے عقیدہ کی تردید ان شاء اللہ ان کے اور دیگر فرقوں کے عقائد کے مناقشہ کی فصل میں آئے گی ③۔

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، ۳/ ۲۲۶ و صحیح مسلم، ۱/ ۱۰۳۔
② صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱۱/ ۴۰۶ و صحیح مسلم، ۴/ ۲۱۹۸۔
③ دیکھئے: ص (۲۰۰)۔

تیسرا مبحث: شیعہ اور ان کی رائے۔

یہ پانچ فرقے ہیں: کیسانیہ، زیدیہ، امامیہ، غالیہ (غلو پسند) اور اسماعیلیہ، ان میں سے بعض فرقے اصول میں اعتزال' بعض سنت اور بعض تشبیہ کی طرف مائل ہیں [1]۔

یہ (شیعہ) وہ ہیں جو خصوصی طور پر علی رضی اللہ عنہ سے محبت اور دوستی کا دم بھرتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد ان کی اولاد رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل اور امامت کے سب سے زیادہ مستحق تھے [2]، نیز نص اور وصیت دونوں اعتبار سے ان (علی رضی اللہ عنہ) کی امامت وخلافت کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امامت اب ان کی اولاد سے خارج نہیں ہوسکتی' اور اگر خارج ہوئی تو یا تو غیروں کے ظلم کی وجہ سے یا ان کے ذاتی تقیہ (تنازل) کے سبب' اور کہتے ہیں کہ: امامت کوئی مصلحتی قضیہ نہیں ہے جسے عوام کے انتخاب سے حاصل کیا جائے اور ان کے قائم کرنے سے امام برسر امامت آئے

---

(1) الملل والنحل للشہرستانی، ۱/۱۴۶، اور علامہ بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''الفرق بین الفرق'' (ص ۲۱) میں فرماتے ہیں: ''جہاں تک رافضہ کی بات ہے تو ان میں سے سبئیہ نے علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اپنی بدعت ظاہر کی، چنانچہ بعض لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا کہ ''آپ الہ (اللہ) ہیں'' تو علی رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک جماعت کو نذر آتش دیا اور ابن سبا کو مدائن کی چھاؤنی کی طرف جلاوطن کردیا، یہ فرقہ علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھنے کے سبب امت اسلامیہ کے فرقوں سے خارج ہے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے بعد روافض کی چار قسمیں ہوگئیں: زیدیہ، امامیہ، کیسانیہ اور غلاۃ (غلو پسند) اور پھر زیدیہ' امامیہ اور غلاۃ کئی کئی فرقوں میں تقسیم ہوگئے، ان میں سے ہر فرقہ بقیہ تمام فرقوں کو کافر سمجھتا ہے، غلاۃ کے تمام فرقے اسلام کے فرقوں سے خارج ہیں' البتہ زیدیہ اور امامیہ کے فرقے امت کے فرقوں میں شمار ہوتے ہیں''۔

(2) الفصل فی الملل والاہواء والنحل لابن حزم ۲/۱۳۳، والملل والنحل للشہرستانی، ۱/۱۴۶۔

بلکہ یہ اصولی قضیہ ہے جو دین کا رکن ہے، رسول اللہ ﷺ کے لئے اس سے غفلت برتنا' نظر انداز کرنا اور عوام کو سونپنا جائز نہیں...' تمام فرقے تعیین وتخصیص کے وجوب' ائمہ کے واجبی طور پر کبائر وصغائر سے معصوم ہونے کے ثبوت، قولی' عملی اور اعتقادی طور پر ولایت وبراءت کے قول پر متفق ہیں سوائے تقیہ کی حالت کے' صرف بعض زیدیہ ان کے مخالف ہیں [1]۔

مذہب شیعہ کا آغاز شیعوں کے خبیث لیڈر عبداللہ بن سبا یہودی کے ہاتھ پر ہوا' جو اسلام ظاہر کرتا تھا حالانکہ وہ دشمنِ اسلام منافق تھا، یہ پہلا شخص تھا جس نے ابوبکر صدیق' عمر فاروق اور دامادِ رسول عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے بارے میں طعن ظاہر کیا اور اس وقت سے آج تک بدستور شیعہ اسی عقیدہ پر گامزن اور اسے دل وجان سے لگائے ہوئے ہیں، چنانچہ جو رسول اللہ ﷺ کے تینوں خلفاء راشدین سے بغض نہ رکھے وہ ان کے نزدیک شیعی یعنی علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنے والا نہیں ہے۔

شیعہ مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں طعنہ جوئی کرتے ہیں، ان کی کتابوں سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں طعنہ زنی:

کشی نے زرارہ بن اعین سے بواسطہ ابوجعفر روایت کیا ہے کہ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اپنے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے براءت کرنے پر بیعت کی [2]' اور وہ شیعہ ہی تھے جنھوں نے زید بن علی بن حسین سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے

---

① الملل والنحل للشہرستانی، ۱/۱۴۶۔

② الشیعہ والسنہ، ص ۳۲۔

بارے میں پوچھا اور انھوں نے ان دونوں کی تعریف و توصیف کی' تو انھوں نے انکار کر دیا اور ''رافضہ'' کہلائے گئے، یہ لوگ صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں، اور بعض لوگ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں [1]۔

۲- عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان میں طعنہ زنی:

عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں شیعوں کی طعنہ زنی پر ابن بالویہ قمی شیعی کی وہ روایت دلالت کرتی ہے جسے اس نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر جھوٹ وضع کی ہے، کہتا ہے: جب آپ کی موت کا وقت آیا تو انھوں نے کہا: میں تین باتوں سے اللہ کی طرف تائب ہوں: میرا اس معاملہ کا غصب کر لینا (یعنی میرا اور ابو بکر رضی اللہ عنہما کا -نعوذ باللہ- لوگوں سے خلافت غصب کر لینا)' ابو بکر کا ان پر خلیفہ مقرر ہونا اور بعض مسلمانوں کو بعض پر فوقیت و فضیلت دینا۔

اور علی بن ابراہیم قمی جو شیعہ کے نزدیک حدیث میں ثقہ' قابل اعتماد اور صحیح المذہب ہے اپنی تفسیر میں (درج ذیل) فرمان باری کے تحت لکھتا ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾ [2]۔

اور جس دن ظالم یہ کہہ کہہ کر اپنے ہاتھوں کو چبائے گا کہ اے کاش میں نے رسول کا راستہ اپنایا ہوتا۔

ابو جعفر کہتا ہے: پہلا شخص (یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ) کہے گا: اے کاش میں نے رسول کے

---

① الاجوبۃ المفیدہ علی اسئلۃ العقیدہ، ص ۵۹۔

② سورۃ الفرقان: ۲۷۔

ساتھ علی کو بھی دوست بنایا ہوتا اور اے کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا یعنی دوسرے شخص (عمر رضی اللہ عنہ) کو[1]۔

کلینی نے ابوعبداللہ سے درج ذیل فرمان باری (کی تفسیر) میں روایت کیا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا﴾[2]۔

جو لوگ ایمان لائے پھر کفر کیا' پھر ایمان لائے پھر کفر کیا' پھر کفر میں حد سے بڑھ گئے' ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بخشنے والا نہیں ہے اور نہ ہی انہیں کسی راستے کی رہنمائی کرے گا۔

آیت کریمہ فلاں فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ... جنھوں نے شروع میں نبی کریم ﷺ پر ایمان قبول کیا اور جب ان پر ولایت پیش کی گئی تو کفر کیا (انکار کردیا) جب اللہ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ و مددگار ہیں' پھر امیر المؤمنین کی بیعت پر ایمان لائے اور پھر بعد میں جب رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کردیا تو کفر کیا اور بیعت کا اقرار نہ کیا، پھر جنھوں نے امیر المؤمنین کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان سے اپنی بیعت لیکر مزید کفر کیا، چنانچہ یہ وہ لوگ ہیں جن میں ذرا بھی ایمان نہیں!، اور شارح کافی نے بیان کیا ہے کہ فلاں فلاں ... سے مراد حضرات ابوبکر' عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ہیں، یہ جھوٹے ہیں اللہ انہیں غارت کرے!

---

[1] الشیعہ والسنہ، ص ۳۴، ۳۵، اور اس کے علاوہ بھی کئی تاویلات کا ذکر کیا ہے، ہم اللہ سے عافیت چاہتے ہیں۔

[2] سورۃ النساء: ۱۳۷۔

۳- نبی کریم ﷺ کے بقیہ صحابۂ کرام اور ازواج مطہرات امہات المؤمنین کی شانوں میں طعنہ زنی:

شیعوں نے رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں ہی کی شان میں طعنہ زنی اور انگشت نمائی پر اکتفا نہ کیا بلکہ آپ کے پاکیزہ آل بیت اور بڑے رفقاء بالخصوص جنھوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور کما حقہ جہاد کیا اور اللہ کے پسندیدہ دین کی نشر واشاعت کی، ان کی قابل قدر کوششوں سے حسد اور بغض وکینہ رکھتے ہوئے ان کی عزت وناموس اور شان میں گستاخیاں اور ہرزہ سرائیاں کیں، چنانچہ یہ نبی کریم ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ...ان کے صاحب زادے حبر امت اور ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیتے ہیں...اور سیف اللہ خالد بن ولید' عبداللہ بن عمر اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم کی شانوں میں طعنہ زنی کرتے ہیں، اسی طرح طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کی شان میں طعنہ زنی کرتے ہیں جو ان دس خوش نصیبوں میں سے ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"أوجب طلحة" [1]۔

طلحہ نے واجب کرلی (یعنی جنت واجب کرلی)۔

اور زبیر کے بارے میں فرمایا:

"إن لكل نبي حوارياً وحواري الزبير" [2]۔

بیشک ہر نبی کا کوئی حواری (مخلص مددگار) ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر ہیں۔

---

① مسند امام احمد، ۱/ ۱۶۵، وجامع ترمذی، ۵/ ۲۰۱۔

② متفق علیہ: صحیح بخاری مع فتح الباری، ۶/ ۵۲ وصحیح مسلم، ۴/ ۱۸۷۹۔

اسی طرح انس بن مالک' براء بن عازب' ازواج مطہرات اور خاص طور پر ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی شان میں طعنہ زنی کرتے ہیں جن کی براءت کا اعلان ساتوں آسمانوں کے اوپر سے ہوا ہے، اور پھر اخیر میں تمام صحابۂ کرام کو کافر قرار دیتے ہیں۔

اس جماعت کا اول تا آخر یہی عقیدہ ہے جیسا کہ یہودیوں نے ان کے لئے ترتیب دیا ہے' یہاں تک کہ ان کا دین گالی گلوچ' سب وشتم اور بدزبانی کا دین بن گیا ہے، لیکن انھوں نے صحابۂ کرام کی ایک بڑی جماعت پر سب وشتم کرنے پر اکتفانہ کیا بلکہ انہیں تباہی یہاں تک لے گئی کہ انھوں نے چند معدودے کو چھوڑ کر بقیہ تمام صحابۂ کرام کو کافر قرار دیا، چنانچہ یہ کشی جوان کا ایک سرغنہ ہے ابوجعفر سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا: تین کے علاوہ بقیہ تمام لوگ (صحابۂ کرام) نبی کریم سے مرتد ہو گئے تھے، تو میں نے کہا: وہ تین کون ہیں؟ اس نے کہا: مقداد بن اسود' ابوذر غفاری اور سلمان فارسی (رضی اللہ عنہم)' اور یہ اللہ کے درج ذیل فرمان میں ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ﴾ ①۔

محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں' کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے؟

اور ابوجعفر ہی سے مروی ہے کہتا ہے: مہاجرین وانصار سب گئے (یعنی -نعوذ باللہ-

---

① سورۃ آل عمران:۱۴۴۔

سب مرتد ہوگئے) سوائے...تین کے (اپنی انگلی سے اشارہ کیا)[1]۔

اللہ تعالیٰ ظالموں کی باتوں اور اللہ کی آیات میں ان کی تحریف اور اس کے ذریعہ اللہ کے اولیاء کی تکفیر پر استدلال کے کذب وافترا سے بہت بالاتر ہے، صحابۂ کرام اللہ کے وہ اولیا تھے جن کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهُ﴾[2]۔

اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اس سے راضی ہوئے' یہ ہے اس کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾[3]۔

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں (وہ) ہمیشہ رہیں گے' یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

---

① الشیعہ والسنہ (باختصار شدید قدرے تصرف کے ساتھ) ص۲۹ تا ۵۰۔

② سورۃ البینۃ:۸۔

③ سورۃ التوبہ:۱۰۰۔

رافضہ کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ (کی امامت) پر قطعی نص ارشاد فرمائی ہے جس سے کوئی عذر باقی نہیں رہتا' اور یہ کہ وہ امام معصوم ہیں اور ان کا مخالف کافر ہے لیکن مہاجرین وانصار نے نص کو چھپایا' امام معصوم کا انکار کیا' نفسانی خواہشات کی اتباع کی' دین وشریعت کو بدلا اور ظلم وزیادتی کی بلکہ سوائے چند کے سب کافر ہوگئے۔

اوران میں سے اکثر اپنے مخالفین کی تکفیر کرتے ہیں' اپنے آپ کو مومن اور اپنے مخالفین کو کافر کہتے ہیں، اوران اسلامی شہروں کو جہاں ان کی بات کا کوئی ذکر ومقام نہیں ہوتا انہیں جائے ارتداد اور مشرکین ونصاریٰ کے شہروں سے بھی بدتر قرار دیتے ہیں، اوراسی لئے بعض جمہور (عام) مسلمانوں کے خلاف یہود ونصاریٰ اور مشرکین سے محبت رکھتے ہیں...اور انہیں میں سے نفاق اور زندیقیت کے بڑے بڑے فرقے وجود پذیر ہوئے، جیسے زندقہ قرامطہ' باطنیہ اوراس جیسے دیگر فرقے، اوراس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مبتدعہ میں سے کتاب وسنت سے سب سے زیادہ دور ہیں، یہی وجہ ہے کہ عوام میں یہی لوگ سنت کی مخالفت سے مشہور ہیں ... چنانچہ عام مسلمان سنی کا ضد رافضی (شیعہ) ہی کو سمجھتے ہیں، جب کوئی کہتا ہے کہ ''میں سنی ہوں'' تواس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ میں ''رافضی'' نہیں ہوں [1]۔

ان شاء اللہ ان کی تردید مناقشہ کی فصل میں آئے گی [2]۔

چوتھا مبحث: مرجئہ اوران کی رائے۔

''ارجاء'' کے دو معنیٰ ہیں:

---

① فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۳/۳۵۶۔

② دیکھئے: ص (۲۰۴)۔

۱- ایک معنیٰ تاخیر ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ قَالُوٓا۟ أَرْجِهْ وَأَخَاهُ ﴾[1]۔

انھوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو مہلت دیدیجئے۔

یعنی مہلت دو اور موخر کردو۔

۲- دوسرا معنیٰ امید دلانے کے ہیں۔

فرقۂ مرجئہ پر اس نام کا اطلاق پہلے معنیٰ کے اعتبار سے تو صحیح ہے کیونکہ وہ عمل کو نیت اور عقیدہ سے دور کرتے ہیں، یعنی عمل کو ایمان کے مسمّیٰ سے خارج کردیتے ہیں۔ رہا دوسرا معنیٰ تو وہ ظاہر ہے، کیونکہ وہ کہتے تھے کہ جس طرح کفر کے ساتھ نیکی فائدہ نہیں پہنچاتی ہے اسی طرح ایمان کے ساتھ گناہ بھی نقصان نہیں پہنچاتا ہے[2]۔

مرجئہ چار طرح کے ہیں: مرجئہ خوارج، مرجئہ قدریہ، مرجئہ جبریہ اور خالص مرجئہ، اور ان کے کئی فرقے ہیں[3]۔

---

① سورۃ الاعراف:۱۱۱۔

② الملل والنحل للشہرستانی، ۱/۱۳۹۔

③ الملل والنحل للشہرستانی، ۱/۱۳۹۔ علامہ بغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الفرق بین الفرق'' میں فرماتے ہیں: ''مرجئہ تین قسم کے ہیں: ایک قسم وہ ہے جو ایمان میں ارجاء اور قدریہ کے مذہب کے مطابق (انکار) قدر کے قائل ہیں' اور دوسری قسم وہ ہے جو ایمان میں ارجاء اور جہم بن صفوان کے مذہب کے مطابق اعمال میں جبر کے قائل ہیں' چنانچہ یہ فرقۂ جہمیہ مرجئہ میں سے ہیں، اور تیسری قسم وہ ہے جو تقدیر کے انکار کے بغیر خالص مرجئہ ہیں، ان کے پانچ فرقے ہیں: یونسیہ، غسانیہ، ثوبانیہ، تومنیہ اور مریسیہ، ان پانچوں فرقوں میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقے کو گمراہ قرار دیتا ہے اور بقیہ فرقے اس کی تضلیل کرتے ہیں'' دیکھئے: الفرق بین الفرق، ص۲۰۲ و ۲۰۵۔ شہرستانی نے مزید دو فرقوں کا اضافہ کیا ہے: عبیدیہ اور صالحیہ' اس طرح خالص مرجئہ کے فرقوں کی تعداد سات ہوجاتی ہے، دیکھئے: الملل والنحل للشہرستانی، ۱/۱۳۹۔ ==

مرجئہ ایک فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ جس طرح کفر کے ساتھ نیکی نفع بخش نہیں ہوتی اسی طرح ایمان کے ساتھ گناہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتا، نیز کہتے ہیں کہ کوئی شخص کفر سے کمتر گناہ کے سبب بالکلیہ جہنم میں داخل نہ ہوگا، اور ان کے نزدیک فاسق موحد کے ایمان اور ابوبکر وعمر کے ایمان کے مابین کوئی فرق (تفاضل) نہیں اور نہ ہی ان کے نزدیک مومنین ومنافقین کے درمیان ہی کوئی فرق ہے، کیونکہ سب کے سب شہادتین کا (زبانی) اقرار کرتے ہیں، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں، چنانچہ یہ لوگ ایک طرف ہیں اور خوارج دوسری طرف [1]۔

چنانچہ مرجئہ کہتے ہیں کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے ہیں، اس طرح انھوں نے تکفیر کی عام نفی کی یہ جاننے کے باوجود کہ اہل قبلہ میں منافقین بھی ہیں، جن میں ایسے لوگ ہیں جو کتاب وسنت اور اجماع کا یہود ونصاریٰ سے بڑھ کر انکار کرنے والے ہیں اور ان میں وہ بھی ہیں جو ممکنہ حد تک اس (نفاق) کا اظہار بھی کرتے ہیں اور وہ بظاہر شہادتین کے اقراری

== رہا وہ ارجاء جو مرجئہ فقہاء جیسے حماد بن سلمۂ ابوحنیفہ اور کوفہ کے دیگر ائمہ رحمہم اللہ کی طرف منسوب ہے یعنی ان کا یہ کہنا کہ ''اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں'' لیکن اس کے باوجود وہ اس بات میں اہل سنت کے موافق ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل کبائر میں سے جسے چاہے گا جہنم کا عذاب دے گا پھر انہیں شفاعت وغیرہ کے ذریعہ اس سے نکالے گا، اور یہ کہ ایمان زبان سے کہنا (اقرار کرنا) ضروری ہے نیز یہ کہ فرض اعمال واجب ہیں ان کا تارک مذمت اور عذاب کا مستحق ہے تو ارجاء کی یہ قسم اعمال کو ایمان سے خارج کرنے کے سبب ایک باطل بدعیانہ بات ضرور ہے لیکن کفر نہیں ہے'' دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ۷/۲۹۷ و ۷/۵۰۷، وشرح عقیدۂ واسطیہ للہراس، ص ۱۳۹، نیز دیکھئے: عقیدۂ طحاویہ پر شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی تعلیق، ص ۱۹ تا ۲۰، چنانچہ فرماتے ہیں: ''عمل کو ایمان سے خارج کرنا مرجئہ کا عقیدہ ہے، اور اس مسئلہ میں ان کے اور اہل سنت کے مابین محض لفظی اختلاف نہیں ہے بلکہ لفظی اور معنوی دونوں ہے اور اس پر بہت سے احکامات مرتب ہوتے ہیں جنھیں اہل سنت اور مرجئہ کے قول میں غور وتدبر کرنے والے جانتے ہیں، واللہ المستعان۔

[1] معارج القبول ۲/۴۲۱، والاجوبۃ المفیدہ علی اسئلۃ العقیدہ، ص ۵۸۔

ہیں، اس میں مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ آدمی اگر ظاہر و متواتر واجبات وغیرہ کا انکار ظاہر کرے تو اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے کافر و مرتد ہونے کے سبب قتل کر دیا جائے گا [1]۔

مرجئہ کا مذہب جہمیہ کے مذہب کے موافق ہے دونوں کا کہنا ہے کہ دین ایک ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی، چنانچہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ فسق کار اور سب سے زیادہ اطاعت گزار دونوں کا ایمان یکساں ہے، اور مرجئہ کے مذہب میں ایمان مجرد تصدیق کا نام ہے [2]۔

ان کی تردید ان شاء اللہ مناقشہ کی فصل میں آئے گی [3]۔

① شرح العقیدۃ الطحاویہ، ص ۳۵۵۔

② الاجوبۃ المفیدہ علی اسئلۃ العقیدہ، ص ۵۹۔

③ دیکھئے: ص (۲۱۱)۔

دوسری فصل:

سابقہ آراء کا جائزہ اور دلیل کی روشنی میں حق کا بیان

پہلا مبحث: خوارج کا جائزہ۔

(۱) خوارج کی تردید: امام نسفی رحمہ اللہ نے درج ذیل آیت کریمہ کی روشنی میں خوارج پر کئی رد کیے ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوحاً ﴾[1]۔

اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔

چنانچہ توبۂ نصوح (خالص توبہ) کبیرہ گناہ ہی سے ہوتی ہے۔

اسی طرح احادیث رسول ﷺ سے بھی کئی دلیلیں اخذ کی ہیں، رہی حدیث نبوی ﷺ:

”لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن، ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن“[2]۔

زنا کار زنا کاری کے وقت مومن نہیں رہتا، چور چوری کے وقت مومن نہیں رہتا اور شراب خور شراب خوری کے وقت مومن نہیں رہتا۔

---

① سورة التحریم: ۸۔

② صحیح مسلم، ۱/۷۶۔

کی تفسیر تو امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’صحیح قول جو محققین نے کہا ہے یہ ہے کہ اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ جب گناہ کرتا ہے تو کامل مومن نہیں ہوتا، یہ ان الفاظ میں سے ہے جن کا اطلاق کسی چیز کی نفی کے لئے ہوتا ہے اور اس سے اس کے کمال اور عمدگی کی نفی مراد ہوتی ہے، جیسے کہا جاتا ہے: نفع بخش علم کے علاوہ کوئی علم نہیں، اور اونٹ کے علاوہ کوئی مال نہیں اور زندگی درحقیقت آخرت کی زندگی ہے[1]۔

خوارج کی غلطی یہ ہے کہ وہ کبیرہ وصغیرہ گناہوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے‘ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان فرق کیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿إِن تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلًا كَرِيمًا﴾[2]۔

اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کردیں گے اور عزت وبزرگی کی جگہ داخل کریں گے۔

لہٰذا خوارج امت کی تکفیر کے لئے خواہ کتنی بھی کوشش کریں کامیاب نہیں ہوسکتے، خواہ تمام گناہوں کو کبائر بنادیں لیکن کسی عقلی وسمعی دلیل کی راہ نہیں پاسکتے[3]۔

کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے:

کبائر: کبیرہ کی تعریف میں اختلاف ہے، سب سے عمدہ تعریف یہ ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہیں

---

① صحیح مسلم بشرح نووی، ۱/۴۱۔

② سورۃ النساء: ۳۱۔

③ الخوارج والاصول التاریخیۃ لمسألۃ تکفیر المسلم، ص ۳۱۔

جن پر کوئی حد (متعین اسلامی سزا) مرتب ہوتی ہو یا اس پر لعنت یا غضب کی وعید سنائی گئی ہو۔

صغائر: کہا گیا ہے کہ صغیرہ گناہ وہ ہیں جن پر دنیا میں نہ کوئی حد مرتب ہوتی ہو اور نہ آخرت میں کوئی وعید، اور وعید سے مراد جہنم یا لعنت یا غضب کی وعید ہے [1]۔

خوارج اور ان کے ہم مشرب لوگ جو کبیرہ گناہوں کے مرتکبین سے ایمان سلب کرتے ہیں ان کی تردید اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان سے ہوتی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَى بِالْأُنثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [2]۔

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے' آزاد آزاد کے بدلے' غلام غلام کے بدلے' عورت عورت کے بدلے، ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہئے۔

چنانچہ اللہ نے قاتل کو مومنوں کے زمرہ سے خارج نہیں کیا بلکہ اسے ولی قصاص کا بھائی قرار دیا، اور بلا شبہ اس سے مراد دینی اخوت ہے۔

(۲) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيْءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾ [3]۔

---

[1] شرح عقیدہ طحاویہ، ص ۳۱۸۔

[2] سورۃ البقرہ: ۱۷۸۔

[3] سورۃ الحجرات: ۹۔

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرادیا کرو، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

(۳) نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ [1]۔

بے شک سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرادیا کرو۔

کتاب وسنت کے نصوص اور اجماع امت دلالت کناں ہیں کہ زنا کار، چور اور تہمت گر وغیرہ کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ ان پر حد قائم کی جائے گی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ مرتد نہیں ہیں [2]۔

رہا خوارج اور ان کے ہم مشرب لوگوں کے اس عقیدہ کی تردید کہ اہل کبائر جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، تو امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہل کبائر...اگر حالت توحید میں وفات پائیں اور اللہ کو پہچانتے ہوئے اس سے ملاقات کریں گرچہ توبہ نہ کئے ہوں، ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہ رہیں گے بلکہ اللہ کی حکمت ومشیت تلے ہوں گے، اگر وہ چاہے تو اپنے فضل سے انہیں بخش دے اور معاف فرمادے، جیسا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ [3]۔

---

① سورۃ الحجرات: ۱۰۔

② شرح عقیدہ طحاویہ، ۳۶۱۔

③ سورۃ النساء: ۴۸ و ۱۱۶۔

اوراس کے علاوہ گناہ جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے۔

اوراگر چاہے تواپنے عدل وانصاف کی بنیاد پرانہیں عذاب جہنم میں مبتلا کرے اور پھراپنی رحمت اوراپنے اطاعت گزار سفارشیوں کی سفارش سے انہیں اس سے نکال کر جنت میں داخل فرمادے"[1]۔

نیز آپ ﷺ کاارشاد ہے:

"من مات من أمتي لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة، قالوا: وإن سرق وإن زنى؟ قال: وإن سرق وإن زنى؟" [2]۔

میری امت میں سے جواس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہیں کیا تھاوہ جنت میں داخل ہوگا،لوگوں نے عرض کیا:اگرچہ وہ چوری اورزنا کرے؟ آپ نے فرمایا:اگرچہ اس نے چوری اورزنا کی ہو؟

اوراس بارے میں حدیثیں متواتر ہیں...آپ ﷺ کاارشاد ہے:

"شفاعتي لأهل الكبائر من أمتي" [3]۔

میری سفارش میری امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کے لئے ہے۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ سفارش آپ ﷺ سے چارمرتبہ ہوگی:

پہلی مرتبہ: (آپ اپنے رب کی اجازت کے بعد جیسا کہ قرآن نے صراحت کی ہے)

---

[1] شرح عقیدہ طحاویہ،ص ۴۱۶۔

[2] سنن ابن ماجہ،۲/ ۱۲۹۹۔

[3] مسند احمد،۳/ ۲۱۳،علامہ البانی نے مشکاۃ المصابیح حدیث (۵۵۹۸، ۵۵۹۹) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اپنی سفارش سے ان لوگوں کو جہنم سے نکلوائیں گے جن کے دل میں جو کے برابر ایمان ہوگا۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"... فأخرج منها من كان في قلبه مثقال حبة من برة أو شعيرة من إيمان"۔

... چنانچہ میں جہنم سے ان لوگوں کو نکلواؤں گا جن کے دل میں ایک گیہوں یا جو کے برابر ایمان ہوگا۔

دوسری مرتبہ: ان لوگوں کو جہنم سے نکلوائیں گے جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا۔

تیسری مرتبہ: ان لوگوں کو جہنم سے نکلوائیں گے جن کے دل میں رائی کے دانے کے معمولی ترین حصہ کے برابر ایمان ہوگا۔

چوتھی مرتبہ: ان لوگوں کو جہنم سے نکلوائیں گے جنھوں نے "لا الہ الا اللہ" کہا، چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

"... وعزتي وجلالي، وكبريائي وعظمتي لأخرجن منها من قال: لاإله إلا الله" [1]۔

میری عزت' جلال' کبریائی اور عظمت کی قسم! میں ان لوگوں کو جہنم سے ضرور نکالوں گا جنھوں نے "لا الہ الا اللہ" کہا۔

---

[1] صحیح مسلم، ۱/ ۱۸۳۔

اہل سنت وجماعت کے عقیدہ پر ایک اعتراض اوراس کا جواب

۱- یہ کہا جا سکتا ہے کہ شارع نے بعض گناہوں کو کفر کہا ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

"سباب المؤمن فسوق وقتاله كفر" ①۔

مومن کو گالی دینا فسق اوراس سے قتال کرنا کفر ہے۔

۲- نیز آپ کا ارشاد ہے:

"إذا قال الرجل لأخيه يا كافر، فقد باء بها أحدهما" ②۔

جب آدمی اپنے (دینی) بھائی سے کہہ دے "اے کافر" تو ان دونوں میں کوئی ایک ضرور اس کا مستحق ہوتا ہے۔

۳- نیز آپ کا فرمان ہے:

"من أتي حائضاً أو امرأة في دبرها ... فقد كفر بما أنزل على محمد" ③۔

جس نے حائضہ عورت سے یا عورت کی سرین میں مباشرت کی... اس نے محمد ﷺ پر نازل کئے گئے دین کا کفر کیا۔

اوراس کی مثالیں بے شمار ہیں۔

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱۰/۴۶۴ وصحیح مسلم، ۱/۸۱۔

② صحیح مسلم، ۱/۷۹، وصحیح بخاری مع فتح الباری، ۱۰/۵۱۴۔

③ مسند امام احمد، ۲/۴۰۸، یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ علامہ البانی نے آداب الزفاف ص ۳۱ میں فرمایا ہے۔

جواب:

اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ایسا کفر نہیں کرتا ہے جس کے سبب وہ ملت اسلامیہ سے بالکلیہ خارج ہوجائے جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے' کیونکہ اگر وہ ایسا کفر کرتا جس سے ملت سے خارج ہوجائے تو وہ مرتد قرار پاتا اور اسے بہر صورت قتل کردیا جاتا' نہ ولی قصاص کی معافی قبول کی جاتی اور نہ ہی زناکاری، چوری اور شراب خوری وغیرہ کی حدیں ہی اس پر قائم کی جاتیں، اس بات کا بطلان اور خرابی دین اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے۔

نیز اہل سنت اس بات پر بھی متفق ہیں کہ کبیرہ کا مرتکب ایمان واسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے، نہ کفر میں داخل ہوتا ہے اور نہ ہی کافروں کے ساتھ ہمیشہ ہمیش کے لئے مستحق جہنم ہوگا (جیسا کہ معتزلہ کا عقیدہ ہے) اور ان کا قول بھی باطل ہے' کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کبیرہ کے مرتکب کو مومنوں میں سے قرار دیا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾[1]۔

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے' آزاد آزاد کے بدلے' غلام غلام کے بدلے' عورت عورت کے بدلے، ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہئے اور آسانی

[1] سورۃ البقرۃ:۱۷۸۔

کے ساتھ دیت ادا کر دینی چاہئے۔
چنانچہ اللہ نے قاتل کو مومنوں کے زمرہ سے خارج نہیں کیا ہے بلکہ اسے ولی قصاص کا بھائی قرار دیا ہے، اور بلاشبہ اس سے مراد دینی اخوت ہے[1]۔

دوسرا مبحث: معتزلہ کا جائزہ۔

محدثین کرام رحمہم اللہ نے سنت نبویہ میں ثابت احادیث کو بنیاد بناتے ہوئے معتزلہ کی گمراہیوں پر رد کیا ہے، چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"یدخل أهل الجنة الجنة وأهل النار النار ، ثم يقول الله تعالى: أخرجو من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من إيمان، فيخرجون منها قد اسودوا فيلقون في نهر الحيا أو الحياة – شک مالک – فينبتون كما تنبت الحبة في جانب السيل ألم تر أنها تخرج صفراء ملتوية"[2]۔

جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالی فرمائے گا: جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اسے جہنم سے نکال دو، چنانچہ انہیں نکالا جائے دراں حالیکہ وہ (جل کر) سیاہ ہو چکے ہوں گے، پھر انہیں نہر حیا یا نہر حیات (راوی حدیث مالک نے شک کیا ہے) میں ڈالا جائے گا، تو وہ ایسے اگیں

---

① شرح عقیدہ طحاویہ، ص ۳۶۰ تا ۳۶۱۔
② صحیح بخاری مع فتح الباری، ۷۲/۱۔

گے جیسے سیلاب کے کنارے دانہ اگتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ لپٹا ہوا زرد رنگ میں نکلتا ہے۔

اور جب حد کا قیام گنہ گار کے لئے کفارہ اور توبہ کے اعلان کے قائم مقام تسلیم کرلیا گیا تو جس پر حد نہ قائم کی گئی اور نہ ہی اس نے توبہ کی' اس کے گناہ کی بخشش اللہ کے ارادہ ومشیت کے تحت رہن ہوگی، یہ چیز اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے بارے میں آپ ﷺ کے اس فرمان کے مصداق ہے جس میں آپ نے فرمایا:

"تعالوا بايعوني على ألا تشركوا بالله شيئاً، ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا أولادكم، ولا تأتوا بهتاناً تفترونه بين أيديكم وأرجلكم، ولا تعصوني في معروف، فمن وفى منكم فأجره على الله، ومن أصاب من ذلك شيئاً فعوقب به في الدنيا فهو له كفارة، ومن أصاب من ذلك شيئاً فستره الله، فأمره إلى الله: إن شاء عاقبه وإن شاء عفا عنه"۔

آؤ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کروگے، نہ چوری کروگے، نہ زنا کروگے، نہ اپنی اولاد کو قتل کروگے، نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان تراشیدہ کوئی بہتان باندھوگے اور نہ بھلائی میں میری نافرمانی کروگے، تم میں سے جس نے یہ عہد وپیمان پورا کیا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو ان میں سے کسی گناہ میں ملوث ہوگیا اور دنیا میں اسے اس کی سزا دیدی گئی تو وہ اس کے لئے کفارہ ہوگی، اور جو اس میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تو اس کا

معاملہ اللہ کے سپرد ہے اگر چاہے تو سزا دے اور چاہے تو اسے معاف کردے۔

راوی کہتے ہیں: ہم نے ان تمام باتوں پر آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی، اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے [1]۔

غیر تائب گنہ گار کے ہمیشہ ہمیش کے لئے مستحق جہنم ہونے کے بارے میں معتزلہ قدریہ کے تشدد کے سبب ان پر مشہور مثل "السید یعطي والعبد یمنع" (یعنی آقا دے اور بندہ منع کرے) صادق آتی ہے- اور اللہ کے لئے مثل اعلیٰ ہے- کیونکہ اللہ عزوجل نے گناہ کبیرہ پر مصر شخص کی (اگر چاہے تو) مغفرت کی صراحت فرمائی ہے، اور یہ (معتزلہ) اس صراحت کو ٹھکراتے ہیں اور (بزعم خویش) درستی اور درست ترین کے قاعدہ کی بنیاد پر مغفرت کا انکار کرتے ہیں جو فساد وخراب ہونے کے زیادہ لائق و مستحق ہے [2]، رہا معتزلہ کے اس قول کی تردید کہ مرتکب کبیرہ دو منزلوں کے درمیان ایک منزلہ میں ہوگا، تو وہ یوں ہے:

(۱) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَى بِالْأُنثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾ [3]۔

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد آزاد کے بدلے

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری، ۷/۲۱۹۔

[2] موقف المعتزلہ من السنۃ النبویہ ومواطن انحرافهم عنها، ص ۱۴۸۔

[3] سورۃ البقرہ: ۱۷۸۔

غلام غلام کے بدلے عورت عورت کے بدلے، ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہئے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کردینی چاہئے۔

چنانچہ اللہ نے قاتل کو مومنوں کے زمرہ سے خارج نہیں کیا بلکہ اسے ولی قصاص کا بھائی قرار دیا، اور بلاشبہ اس سے مراد دینی اخوت ہے۔

(۲) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (9) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ﴾[1]۔

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کرو، بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے (یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو۔

(۳) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

---

① سورۃ الحجرات: ۹، ۱۰۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا﴾[1]۔

حقیقی مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں ان پر تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

اس سے معتزلہ کی تردید ہوتی ہے کیونکہ فاسق ایمان کے نام میں داخل ہے۔

کتاب وسنت کے نصوص اور اجماع امت دلالت کناں ہیں کہ زنا کار، تہمت گر اور چور وغیرہ کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ ان پر حد قائم کی جائے گی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ مرتد نہیں ہیں[2]، اور خوارج کے مذہب کے مناقشہ میں کتاب وسنت کے قطعی دلائل گزر چکے ہیں کہ اہل قبلہ میں سے کبائر کے مرتکبین کو ان کے گناہ کبیرہ - اگر وہ انہیں حلال نہ سمجھیں تو - اسلام سے خارج نہیں کرتے، لہٰذا اگر وہ مرنے سے پہلے توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا، اور اگر وہ بدستور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے مرجائیں تو ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، اگر وہ چاہے تو انہیں پہلے وہلہ میں جنت میں داخل کردے اور اگر چاہے تو انہیں عذاب دے پھر اپنی رحمت اور اپنے اطاعت شعار سفارشیوں کی سفارش سے انہیں جہنم سے نکال دے۔

تیسرا مبحث: شیعہ کا جائزہ۔

شیعہ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام کی شان میں ایسی باتیں کہی ہیں جن کی اللہ عزوجل نے کوئی دلیل نہیں اتاری بلکہ صحابہ کے فضائل میں ایسی چیزیں وارد ہوئی ہیں جو اللہ

---

[1] سورۃ الانفال:۲۔

[2] شرح عقیدۂ طحاویہ، ص۳۶۱۔

تعالیٰ پر ان کے بے علم باتیں کہنے والوں کو ذلیل ورسوا کرتی ہیں' چنانچہ انھوں نے یہ (نازیبا) باتیں کہہ کر کتاب اللہ' سنت رسول اور صحابہ اور ان کے بعد کے لوگوں کے اجماع کی مخالفت کی ہے، نبی رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"لا تسبوا أصحابي فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً مابلغ مد أحدهم ولا نصيفه"[1]۔

میرے صحابہ کو گالی نہ دو (برا بھلا نہ کہو)' کیونکہ اگر تم میں سے کوئی کوہ احد کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان میں سے کسی کے مُد اور نصف مُد تک نہ پہنچے گا۔

اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی مدح وثنا اور تعریف وستائش فرمائی ہے، ان میں سے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ﴾[2]۔

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴾[3]۔

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، ۷/۲۱ وصحیح مسلم ۴/۱۹۶۶۔

② سورۃ البینۃ: ۸۔

③ سورۃ الانفال: ۷۴۔

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنھوں نے پناہ دی اور مدد پہنچائی، یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل میں رسول اللہ ﷺ کی بیشمار احادیث اور آثار وارد ہیں، ان میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے:

۱- رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"النجوم أمنة للسماء فإذا ذهبت النجوم أتى السماء ماتوعد، وأنا أمنة لأصحابي فإذا ذهبت أنا أتى أصحابي ما يوعدون، وأصحابي أمنة لأمتي فإذا ذهب أصحابي أتى أمتي ما يوعدون" ①۔

ستارے آسمان کے باعث امان ہیں جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان اس چیز سے دوچار ہوگا جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے، میں اپنے صحابہ کا سہارا ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ اس (مصیبت) سے دوچار ہوں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے، اور میرے صحابہ میری امت کے سہارا ہیں جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت اس (مصیبت) سے دوچار ہوگی جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے۔

۲- نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ: آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون

---

① صحیح مسلم، ۴/ ۱۹۶۱، محمد فواد نے امام نووی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "النجوم امنة للسماء" کا معنی یہ ہے کہ جب تک ستارے باقی رہیں گے آسمان باقی رہے گا اور جب قیامت کے روز ستارے بکھر جائیں گے اور بے نور ہو جائیں گے تو آسمان کمزور ہو کر پھٹ جائے گا اور اپنا وجود کھو دے گا۔

ہے؟ آپ نے فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا'' میں نے پوچھا: مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا: ''اس کے باپ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)''، میں نے پوچھا پھر ان کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا: ''پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ''، پھر آپ نے کئی لوگوں کے نام لئے [1]۔

۳- نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''إن عبد الله رجل صالح'' [2]۔

بیشک عبداللہ نیک آدمی ہیں۔ (یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ)

یہ اور ان کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی انفرادی اور اجتماعی طور پر اللہ عزوجل نے مدح وستائش فرمائی ہے اور ناطق وحی رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعریف وتوصیف کی ہے اور ان کے حق میں دعاء مغفرت فرمائی ہے، اور جو بھی مومنین آپ کے نقش قدم پر چلتے اور آپ کے اسوہ کی پیروی کرتے ہیں وہ ان صحابہ کی مدح وستائش کرتے ہیں، برخلاف یہودیوں اور مجوسیوں کی اولاد ان منافقین کے جن کے دل بغض وعداوت اور اللہ کے مبارک دین کے فروغ کی راہ میں ان کے ان گنت جلیل القدر خدمات اور کارناموں کے سبب ان کے خلاف حقد وحسد سے بھرے ہوئے ہیں، اور کتاب وسنت کے پیروکاران مجاہدین سے کافروں کے غیظ وغضب کا یہی حقیقی سبب ہے، خاص طور پر ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے خلاف، جنھوں نے فتح کے لشکروں کی زمام کار سنبھالی اور غلبہ ونصرت کی فوجیں تیار کیں اور یہودیوں کے خاص طور پر مسلمانوں سے جلنے کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ کے جھنڈے تلے ان کی اساس

---

① صحیح بخاری مع فتح الباری، ۷/ ۱۸۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، ۷/ ۹۰ وصحیح مسلم، ۴/ ۱۹۲۷۔

مسمار کردی، ان کے رگ و ریشے کاٹ دیئے اور انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جس وقت ان کے اسلاف بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ مدینہ میں سکونت پذیر تھے، اسی طرح نبی کریم ﷺ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں جب انھوں نے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت:

"أخرجوا اليهود من جزيرة العرب" [1]۔

کہ یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال بھگاؤ۔

کو نافذ کیا تھا، اور جزیرۂ عرب کو ان کی ناپاکیوں اور دسیسہ کاریوں سے پاک کیا تھا، اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق کسی یہودی کو جزیرۂ عرب میں باقی نہ چھوڑا تھا [2]۔

۴- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خير الناس قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، ثم يأتي قوم من بعد ذلک تسبق أيمانهم شهاداتهم وشهاداتهم أيمانهم" [3]۔

سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئے، پھر جو ان کے بعد آئے، پھر ان کے بعد کچھ ایسے لوگ آئیں گے جن کی قسمیں گواہیوں پر اور گواہیاں قسموں پر سبقت کر جائیں گی۔

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری، ۶/۲۷۱، اور انھوں نے فرمایا ہے: "أخرجوا المشركين من جزيرة العرب" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اخرجوا اليهود" کے الفاظ جرجانی کی روایت میں ہیں، نیز فرماتے ہیں: "اخرجوا المشركين" کی روایت زیادہ ثابت ہے۔

[2] الشیعہ والسنہ، ص۵۱ تا ۵۵، کچھ تصرف کے ساتھ۔

[3] جامع ترمذی، ۵/۶۹۵، انھوں نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، نیز دیکھئے: صحیح سنن ترمذی، ۲/۲۴۰۔

۵- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لا تسبوا أصحابي فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً مابلغ مد أحدهم ولا نصيفه“ ①۔

میرے صحابہ کو گالی نہ دو (برا بھلا نہ کہو)' کیونکہ اگر تم میں سے کوئی کوہ احد کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان میں سے کسی کے مُد اور نصف مُد تک نہ پہنچے گا۔

۶- نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”لو كنت متخذاً خليلاً لاتخذت أبا بكر ولكن أخي وصاحبي“ ②۔

اگر مجھے کسی کو خلیل (جگری دوست) بنانا ہوتا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بناتا' لیکن وہ میرے بھائی اور رفیق کار ہیں۔

۷- اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ اور ان کے مخلص پیروکاروں کے لئے ایمان کی شہادت دی ہے' لہذا قطعی طور پر معلوم ہوا کہ درج ذیل آیت کریمہ سے وہی مراد ہیں:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ③۔

---

① جامع ترمذی، ۵/۶۹۶، انھوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، یہ حدیث صحیح بخاری مع فتح الباری (۷/۲۱) اور صحیح مسلم (۴/۱۹۶۷) میں بھی ہے۔

② صحیح بخاری مع فتح الباری، ۷/۱۷۔

③ سورۃ التوبہ: ۱۰۰۔

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں (وہ) ہمیشہ رہیں گے' یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

۸- اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾[1]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہوگیا کہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں کا حال اس نے معلوم کرلیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عطا فرمائی۔

۹- نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾[2]۔

جو شخص راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود بھی رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے' ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

---

① سورۃ الفتح: ۱۸۔

② سورۃ النساء: ۱۱۵۔

معلوم ہوا کہ جس نے مومنوں کی راہ کے علاوہ (کسی اور راہ) کی پیروی کی اللہ تعالیٰ اسے اسی طرف متوجہ کردے گا جس طرف وہ خود متوجہ ہوگا، اور اسے جہنم رسید کردے گا[1]۔

چوتھا مبحث: مرجئہ کا جائزہ۔

جولوگ یہ کہتے ہیں کہ جس طرح کفر کے ساتھ نیکی سودمند نہیں ہوتی اسی طرح ایمان کے ساتھ گناہ (بھی) نقصان نہیں پہنچاتا' ان سے کہا جائے گا کہ اہل قبلہ میں منافقین بھی ہیں ،جن میں ایسے لوگ ہیں جو کتاب وسنت اور اجماع کا یہود ونصاریٰ سے بڑھ کر انکار کرنے والے ہیں اور ان میں وہ بھی ہیں جو ممکنہ حد تک اس (نفاق) کا اظہار بھی کرتے ہیں اور وہ بظاہر شہادتین کے اقراری ہیں، اس میں مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ آدمی اگر ظاہر ومتواتر واجبات وغیرہ کا انکار ظاہر کرے تو اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے کافر ومرتد ہونے کے سبب قتل کردیا جائے گا[2]۔

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[3] ''امام بخاری رحمہ اللہ نے درج ذیل حدیث ذکر کرکے مرجئہ پر رد کرنا چاہا ہے' کیونکہ اس میں ایمان کے ساتھ گناہوں کی ضرر رسانی کا بیان ہے، اسی طرح معتزلہ کے قول ''گناہ ہمیشہ ہمیش کے لئے مستحق جہنم ہونے کے موجب ہیں'' پر بھی رد کرنا چاہا ہے، چنانچہ جہنم میں داخل ہونے سے اس میں ہمیشہ ہمیش رہنا لازم نہیں آتا[4]۔

---

① فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۴/۲۰۱۔

② شرح عقیدۂ طحاویہ، ص ۳۵۵۔

③ فتح الباری، ۱/۲۷۔

④ موقف المعتزلہ من السنۃ النبویہ ومواطن انحرافہم عنہا، ص ۱۴۸۔

حدیث یہ ہے: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"يدخل أهل الجنة الجنة، وأهل النار النار ، ثم يقول الله تعالى: أخرجوا من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من إيمان، فيخرجون منها قد اسودوا، فيلقون في نهر الحيا أو الحياة – شک مالک – فينبتون كما تنبت الحبة في جانب السيل، ألم تر أنها تخرج صفراء ملتوية" ①۔

جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالی فرمائے گا: جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اسے جہنم سے نکال دو، چنانچہ انہیں نکالا جائے دراں حالیکہ وہ (جل کر) سیاہ ہو چکے ہوں گے، پھر انہیں نہر حیا یا نہر حیات (راوی حدیث مالک نے شک کیا ہے) میں ڈالا جائے گا، تو وہ ایسے اگیں گے جیسے سیلاب کے کنارے دانہ اگتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ لپٹا ہوا زرد رنگ میں نکلتا ہے۔

نیز اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾ ②۔

اگر وہ توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالی نے شرک سے توبہ کو نماز کی اقامت اور زکاۃ کی ادائیگی کے ذریعہ..قول

① صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱/۷۲۔

② سورۃ التوبہ: ۱۱۔

اور عمل قرار دیا ہے، اور اعمال کے سبب لوگوں میں تفاضل ہوتا ہے، نیز ارشاد باری ہے:

﴿ فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَخَلُّواْ سَبِيلَهُمْ ﴾ [1]۔

اگر وہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

نبی کریم ﷺ نے (بھی) بیان فرمایا ہے کہ اعمال ایمان کے مسمیٰ میں داخل ہیں، آپ کا ارشاد ہے:

"الإيمان بضع وسبعون، أوبضع وستون شعبة، فأفضلها قول لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق، والحياء شعبة من الإيمان" [2]۔

ایمان کی ستر سے زیادہ یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے اور سب سے کمتر درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے، اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

لہٰذا جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فرائض ایمان میں سے نہیں ہیں، اس نے بڑا عظیم جھوٹ کہا، اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا وہ کہتے ہیں تو اللہ کے نافرمانوں اور گناہ ومحرمات کے مرتکبین پر کوئی سرزنش نہ ہوتی، عمل کے بغیر (محض) اس کا اقرار ہی کافی ہوتا، یہ کتنی بری اور قبیح بات ہے! انا للہ وانا الیہ راجعون [3]۔

☆☆☆☆☆

---

[1] سورۃ التوبہ:۵۔
[2] صحیح مسلم،۱/۶۳۔
[3] معارج القبول،۲/۴۱۲۔

خاتمہ: کتاب کے نتائج وثمرات

الحمدللہ یہ بحث حتی الامکان تحقیق وجستجو کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچی، یہ موضوع اہتمام وتوجہ کے قابل ہے' کیونکہ اس کی بڑی اہمیت ہے جسے ہر طالب علم کو جاننا ناگزیر ہے اس لئے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو مسلمانوں میں سے بعض اہل قبلہ کی تکفیر کرتے ہیں، اور تکفیر کی بات کہنا اس کے قائل کے لئے اس کے اور اللہ کے درمیان بہت ہی خطرناک ہے' کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر بلا علم بات کہنا ہے، اور دوسرے ناحیہ سے بھی (سنگین ہے) کیونکہ جس پر کفر کا حکم لگایا جائے اس پر احکام کی تنفیذ کرنا ضروری ہے۔

لہٰذا غور وفکر کرنے بلکہ مسئلہ میں بارہا سوچنے اور تامل کرنے کی ضرورت ہے یہاں تک کہ مسلمان کو اس قدر یقین ہو کہ اس میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہ جائے۔

اس رسالہ کے اہم ثمرات ونتائج تو بہت ہیں، چند اہم نتائج حسب ذیل ہیں:

۱- مسلمانوں کے ائمہ وامراء کے خلاف بغاوت کرنا کتاب وسنت سے حرام ہے۔

۲- مسلمانوں کے ذمہ داروں مثلاً حکام اور علماء وامراء کی اطاعت معروف وبھلائی میں رعایا پر واجب ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔

۳- ہر وہ شخص جو ایسے امام کے خلاف بغاوت کرے جس پر مسلمانوں کی جماعت متفق ہو اور کبیرہ گناہ کی بنیاد پر اس کی تکفیر کرے' اسے خارجی کہا جائے گا، اس کے حق میں حکم شرعی نافذ کرنا ضروری ہے۔

۴- تکفیر کے کچھ اصول ہیں جنھیں جاننا اور از بر کرنا ضروری ہے، یہاں تک کہ طالب علم اپنے معاملہ سے آگاہ ہو جائے۔

۵- علم شرعی کے طلب گار کے لئے تکفیر کے ضوابط کی معرفت بہت اہم ہے۔

۶- تکفیر کے کچھ موانع ہیں جنھیں جاننا ضروری ہے۔

۷- اہل سنت و جماعت تمام فرقوں میں متوسط و معتدل ہیں خواہ تکفیر کے مسئلہ میں یا دیگر مسائل میں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس امت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ [1]۔

ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہو جائیں۔

۸- تکفیر کا مسئلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق ہے، لہٰذا کافر وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول کافر قرار دیں۔

۹- جو شخص کسی پر کفر کا حکم لگانا چاہے اسے چاہئے کہ اللہ پر بغیر علم بات کہنے کے اندیشہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس میں بارہا غور وفکر کرلے، کیونکہ جس کسی انسان پر کفر کا حکم لگایا جائے، اس پر شریعت اسلامیہ میں موجود مرتد کے احکام کی تنفیذ ضروری ہو جاتی ہے۔

۱۰- تکفیر کے مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کا مستند کتاب وسنت اور اجماع ہیں۔

۱۱- اہل سنت و جماعت کے مخالف فرقے احوال و مقاصد کے اعتبار سے مختلف ہیں،

---

[1] سورۃ البقرۃ:۱۴۳۔

چنانچہ ان میں سے کچھ کافر ہیں‘ کچھ فاسق‘ ظالم اور گمراہ ہیں اور کچھ خطا کار ہیں‘ جن کی مغفرت کا امکان ہے، اس بات کی وضاحت شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ‘ امام ابن القیم اور شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہم اللہ کے سابقہ بیانات سے ہوتی ہے۔

۱۲- شریعت اسلامیہ اہل قبلہ میں سے کسی پر بھی کفر کا حکم نہیں لگاتی‘ یہاں تک کہ اسے کھول کھول کر بتا دیا جائے، دلیل کے ساتھ حق کی رہنمائی کر دی جائے، وضاحت اور فاسد عقلوں میں ابھرنے والے شبہات زائل کر دیئے جائیں! چنانچہ اگر اس کے بعد بھی کوئی اپنے کفر ونفاق پر بدستور مصر (اڑا) رہے تو اس وقت اس کے لئے کامیاب علاج کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ شریعت اسلامیہ میں مرتد کے احکام ہیں، اس سے توبہ کروائی جائے گی‘ اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے کفر وارتداد کی حالت میں قتل کر دیا جائے گا۔

۱۳- دلیل وبرہان کے ساتھ حق کی معرفت اور یہ کہ سابقہ دلائل کی روشنی میں نجات یافتہ جماعت ”اہل سنت وجماعت“ ہی ہے اور ان کے علاوہ جو فرقے ہیں وہ حق پر نہیں بلکہ اپنے حالات کے اعتبار سے ہیں، جیسا کہ (نتیجہ/ ۱۱ میں) گزرا۔

اس بات کا علم کہ حق وباطل کے مابین ستیزہ کاری ہمیشہ سے رہی ہے لیکن الحمد للہ غلبہ وسر بلندی اخیر میں حق ہی کی ہوتی ہے، رہا باطل تو وہ مٹ جاتا ہے جب کہ حق ثابت وپائیدار ہوتا ہے کسی طرح نہیں ڈگمگاتا۔

۱۵- مندرجہ ذیل الفاظ کے مابین تمیز وتفریق:

کفر‘ نفاق‘ فسق‘ ظلم‘ شرک‘ بدعت۔

کیونکہ ان تمام چیزوں کی دو دو قسمیں ہیں:

(الف) اکبر، جوملت اسلامیہ سے خارج کردیتا ہے اور اس کا مرتکب ہمیشہ ہمیش کے لئے مستحق جہنم ہوجاتا ہے۔

(ب) اصغر، جوملت سے خارج نہیں کرتا اور اس کا مرتکب اللہ کی مشیت تلے ہوتا ہے، اگر وہ چاہے تو اسے بخش دے اور ابتداءً اسے جنت میں داخل کردے اور اگر چاہے تو اسے ایک مدت تک سزا (عذاب) دے جسے وہی جانتا ہے' پھر اپنی رحمت نیز اپنے اطاعت گزار سفارشیوں کی سفارش سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کردے۔

۱۶- شرعی منہج سے انحراف کی خطرناکی اور اس پر مرتب ہونے والے احکام کی معرفت۔

یہ چند باتیں تھیں، میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا گوہوں کہ وہ میرے عمل کو مقبول' خالص اپنی رضا کے لئے' نفع بخش اور بابرکت بنائے، وہی اس کا مالک اور اس پر قادر ہے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.